دَورِ خُسروی

"چو دَورِ خُسروی آغاز کردند
مُسلماں را مُسلماں باز کردند"
(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

ثاقبؔ

اِسْمَعُوا صَوْتَ السَّمَاءِ جَاءَ الْمَسِیحُ جَاءَ الْمَسِیحُ

نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار

(از حضرت مسیح موعودؑ)

ملنے کا پتہ:- دفتر خدام الاحمدیہ مرکزیہ قادیان

انتساب

اُس پُرشکوہ و الوالعزم (حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ) کے نام

جس نے

میرے تخیّل کے راہوار کو دین کی طرف موڑا

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

نیاز نشان

ثاقب

ترتیبِ عنوانات!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

دیباچہ

اسلامی شریعت بوجہ کامل و اکمل ہونے کے ہر شعبۂ زندگی کے متعلق ہمیں ہدایت دیتی اور ہمارے لئے ایک سیدھی راہ کا دروازہ کھولتی ہے۔ اگر ایک طرف خدائی فعل نے انسانی فطرت میں "موزونیت" ودیعت کی تو دوسری طرف اُس کی شریعت نے ہمیں یہ بتایا کہ اس "موزونیت" کا فلاں استعمال صحیح اور فلاں غلط ہے۔ فرمایا:

" وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۞ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۞ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۞ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا الخ (سورۃ شعراء ع ۱۵ پ ۱۹) یعنی شعراء میں سے وہ بھی ہیں جن کی پیروی کرنیوالے گمراہی اور جہالت میں پڑ کر تباہ و برباد ہوتے ہیں۔ یہ وہ شعراء ہیں جو فنون کلام کی متعدد اور متنوع وادیوں میں حد سے تجاوز کرتے ہیں۔ اگر کسی کی مدح کریں گے تو ممدوح میں دنیا جہان کی خوبیاں (جن کا ہزارواں حصہ بھی اس میں نہ پایا جاتا ہوگا) دکھائیں گے۔ کسی کی مذمت شروع کریں گے تو اس کی تمام خوبیوں سے آنکھیں بند کرتے ہوئے شیطانِ مجسم بنا کر اُسے

ہمارے سامنے لا کھڑا کریں گے۔ فحش کلامی پر اُتریں گے تو اتنا گند تولیں گے کہ خود شیطان کی آنکھیں نیچی ہو جائیں - افتراء کی طرف طبیعت مائل ہوگی تو تیز ئی طبع انہیں اِن اندھیروں کی انتھاہ گہرائیوں تک لے جائیگی - تکبّر جوش مارے گا تو خدائے واحد و قہار پر حملہ کرنے سے نہ چوکینگے - جذباتِ انتقام جوش ماریں گے تو تمام وہ حدود نظروں سے پوشیدہ ہو جائیں گی جن سے آگے انتقام بُرائی ہی بُرائی بن کر رہ جاتا ہے جس کے ہوتے عفو کے لئے دنیا میں کوئی جگہ نہیں - قصّہ مختصر یہ کہ وہ تمام اخلاق رزیلہ کو اچھا کرکے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں اور مخلوق خدا میں سے بہتوں کو گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں - اُن کی طبائع میں قرار بھی نہیں ہوتا - طبیعت انتہائی بُزدلی سے انتہائی شجاعت کی طرف، حد سے بڑھے ہوئے عفو سے حد سے بڑھے انتقام کی طرف، ذلیل کن منکسر المزاجی سے شیطانی تکبّر اور عُجب اور ریاء کی طرف پلٹا کھاتی ہے - وعلیٰ ہذا القیاس - اور اِسی اتار چڑھاؤ کے مطابق کلامِ موزوں چنگاریاں بن کر اُن کے مونہہ سے جھڑتا ہے - ایسے شعراء کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ - بخل کی مذمت کر رہے ہونگے اور خود بخیل ہونگے - شجاعت کی داد دے رہے ہونگے اور خود انتہائی بُزدل ہونگے - اوروں کو صداقت کے قبول کرنے کے لئے اُکسا رہے ہونگے اور خود صداقت کے دشمن جانی ہونگے - غرضیکہ ایسے شعراء کے خیالات کذب و صداقت ہر دو کا معجون ہوتے ہیں - اور اعمال صالحہ کے بجالانے کی

توفیق انہیں نہیں ملتی۔ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور بہتوں کو گمراہی کی طرف لیجانے والے بھی
مگر دنیا میں صرف اسی ایک قسم کے شعراء نہیں پائے جاتے۔ ان کے برعکس ایسے
شعراء بھی ہیں (جن کا ذکر اِلَّا کے بعد شروع ہوتا ہے) جن کے خیالات کی بنیاد
ایمانیات پر ہے۔ جن کے جذبات فطرت صحیحہ کا آئینہ ہیں۔ جو مدح و ذم۔ عفو و انتقام
انکسار و خودداری و خودی وغیرہ کو اپنے اپنے حدود کے اندر رکھتے ہوئے انکی
تعریف کرتے اور اُنپر دنیا کو اُبھارتے ہیں۔ یہ وہ شعراء ہیں جو اعمال صالحہ بجا لاتے
اور ایسے ہی اعمال کے بجا لانے کی دوسروں کو تلقین کرتے ہیں۔ اور شعراء کا یہی وہ گروہ
ہے جو کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔ جس طرح آسمانوں کے ثوابت و سیار۔
زمین کے سمندر اور پہاڑ۔ درختوں کے پتّے۔ روشنی کی شعاعیں۔ ہوا اور ایتھر کی
لہریں اپنے اندرونی نظام کی "موزونیت" اور "نظم" سے اللہ تعالیٰ کی تحمید و تسبیح میں مشغول ہیں۔ اسی طرح یہ
شعراء ایمانیات کو منظوم کرتے ہوئے یعنی اعمال صالحہ پر ابھارتے ہوئے بھی ذکر الٰہی میں ہمہ تن مصروف ہیں۔
احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی تاریخ کے بعض اوراق کو منظوم کر کے ثاقبؔ زیروی شعراء کے اس
دوسرے گروہ میں آکھڑے ہوئے ہیں جن کا ذکر اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی اس
خدمت کو قبول فرمائے اور انکے کلام کو تاثیر بخشے۔ وہ بہتوں کو ہدایت کی طرف لانیوالے اور گمراہی اور ہلاکت سے بچانیوالے ہوں۔ آمین

خاکسار مرزا ناصر احمد صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

۱۹ ۱۲/۴۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

تعارف

ثاقبؔ صاحب زیروی نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ مَیں اُن کے تازہ کلام "دَورِ خسروی" کے متعلق چند سطور تعارف کے رنگ میں لکھ دوں۔ مَیں عادۃً اور فطرتاً رسمی کاموں سے اجتناب کرتا ہوں لیکن چونکہ ثاقبؔ صاحب کا بے حد اصرار ہے اور مَیں انہیں ایک مخلص نوجوان خیال کرتا ہوں اس لئے اُن کی دلداری اور ہمّت افزائی کے خیال سے اور نیز اِس خیال سے کہ شاید میرے قلم سے کوئی ایسی بات نکل سکے جو دوسروں کی بہتری اور میرے ثواب کا باعث ہو یہ چند سطور لکھ رہا ہوں۔

شعر و شاعری کے متعلق اُس کے ادبی پہلو کے سوال کو الگ رکھتے ہوئے جو ایک جُداگانہ میدان سے تعلق رکھتا ہے میرا نظریہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانیٔ سلسلۂ احمدیہ کے اس مشہور شعر میں مرکوز بلکہ محدود ہے کہ ؎

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اِس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدّعا یہی ہے

مذہبی لٹریچر میں شعر و شاعری کو اِس سے بڑھ کر قطعاً کوئی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ جو

اوپر کے شعر میں بیان کی گئی ہے اور اِس مخصوص میدان میں بھی یہ فرق کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے کہ صرف وہ مذہبی کلام ہی اشعار کے لباس میں پیش کیا جا سکتا ہے جو تشریحِ مذہب اور اشاعتِ مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ کیونکہ حاملِ شریعت کلام کو شعر گوئی اور منظوم کلام سے کوئی طبعی مناسبت نہیں ہے بلکہ ایسے کلام کو اشعار کے لباس میں پیش کرنے کی کوشش کرنا اپنے ساتھ کئی قسم کے خطرات رکھتا ہے۔ اِسی لئے اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرماتا ہے :۔

" وما علّمناہ الشّعر وما ینبغی لہ ۔ یعنی ہم نے اپنے اِس رسول کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ شعر گوئی اس کے مناسب حال ہے۔"

اِس سے یہی مراد ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریعی نبی تھے بلکہ اِس دورِ عالم کی کامل ترین اور آخری شریعت آپ ہی پر نازل ہو رہی تھی اِس لئے اِس عدم مناسبت کی وجہ سے آپ کو شعر گوئی سے الگ رکھا گیا۔ مگر دوسرے میدانوں میں اچھے اور مفید شعر کہنے والوں کی خدا تعالےٰ تعریف بھی فرماتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے :۔

" والشعراء یتّبعھم الغاوٗن .... ۔ الّا الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات وذکروا اللہ کثیراً ۔ یعنی ایسے شاعر قابلِ تعریف ہیں جو ایمان کی حالت پر قائم رہتے ہیں اور اپنے اشعار کو عمل صالح کا ذریعہ بناتے ہیں اور اپنے کلام میں کثرت کیساتھ خدا کا ذکر کرتے رہتے ہیں ۔ "

پس چونکہ ثاقبؔ صاحب کا یہ کلام اپنے موضوع کے لحاظ سے یقیناً ایک عمل صالح کا رنگ رکھتا ہے اور مَیں اُن کی نیّت کے متعلق بھی نیک ظن رکھتا ہوں اِس لئے مَیں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اُن کی اِس کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے اور اِس کتاب کی اشاعت کو وسیع کر کے اُس سے تبلیغی رنگ میں زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ کیونکہ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں منظوم کلام اس فطری موسیقی کی وجہ سے جو انسان کے اندر پائی جاتی ہے زیادہ اپیل کرتا ہے۔ اور ہماری نیّت تو بہر حال یہی ہے کہ ع

"اِس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدّعا یہی ہے"

مجھے معلوم ہے کہ بعض لوگ ثاقبؔ صاحب کے کلام پر نکتہ چینی کرتے ہیں مگر مَیں باوجود اِس بات کو تسلیم کرنے کے کہ ابھی تک ثاقبؔ صاحب کے کلام میں بعض خامیاں پائی جاتی ہیں جو بہرحال آہستہ آہستہ دُور ہونگی ان اعتراضوں کو چنداں وقعت نہیں دیتا۔ کیونکہ ہمارے آسمانی آقا کا ہمارے متعلق یہ اصول ہے کہ :۔

"لنجزینّھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون ۞

یعنی ہم اپنے مومن بندوں کو اُن کے بہترین اعمال کی بنا پر جزاء دیتے ہیں اور ایسا نہیں کرتے کہ اُن کی کمزوریوں کی بنا پر اُن کے ساتھ سلوک کریں یا اُن کے اعمال کو سمو کر اُن کے ساتھ معاملہ کریں۔"

تو جب ہمارا مہربان آقا جو ہمارے تمام فطری اخلاق کا سرچشمہ ہے اپنے خادموں کے ساتھ اِس

اصول کی بنا پر سلوک کرتا ہے جو اوپر کی قرآنی آیت میں بیان ہُوا ہے تو ہم اپنے بھائیوں کے معاملہ میں اِس اصول کو کیوں نظر انداز کر دیں۔ پس مجھے خامیوں کی طرف نگاہ نہیں بلکہ ثاقب صاحب کی اچھی نیّت اور اُن کے کلام کے اچھّے پہلوؤں کی طرف نگاہ ہے۔

ویسے بھی دیکھا جائے تو ادیب دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جنہیں اپنے کلام میں زیادہ تر ظاہری اور لفظی خوبیوں کی طرف توجّہ رہتی ہے اور اُن کی نگاہ اِس حد سے آگے نہیں گذرتی کہ زبان صاف اور صحیح ہو اور کوئی لفظ یا کوئی فقرہ اہلِ زبان کے محاورہ کے خلاف نہ لکھا جائے۔ مگر ایسے لوگوں کا کلام عموماً بلند پردازی اور جدّت طرازی اور بندشوں کی چستی اور مضامین کے تنوّع اور استعاروں اور تشبیہات کے محاسن سے خالی ہوتا ہے مگر ہاں زبان روزمرّہ کے محاورہ کے لحاظ سے ضرور صاف ہوتی ہے۔ لیکن دوسری قسم کے ادیب وہ ہیں جن کی زبان روزمرّہ کے محاورہ کے لحاظ سے ایسی صاف نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات وہ کوئی غلط لفظ یا قابلِ اعتراض بندش یا خلاف محاورہ فقرہ بھی لکھ جاتے ہیں مگر بایںہمہ اُن کا کلام نہ صرف اعلیٰ معانی سے معمور ہوتا ہے بلکہ بلند پروازی اور بندشوں کی چستی اور مضامین کے تنوّع اور تشبیہات کے حسن سے اپنے اندر ایسا زور پیدا کر لیتا ہے کہ نہ صرف خود بلندیوں میں پرواز کرنے کی طاقت رکھتا ہے بلکہ اپنے پڑھنے والوں کو بھی اپنے ساتھ اُٹھا کر گویا ایک عالمِ بالا کی سیر کرا دیتا ہے۔ اُردو کے شاعروں میں اِن دو قسم کے ادیبوں کی مثال ذوقؔ اور غالبؔ میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے ذوقؔ کا کلام روزمرّہ کے محاورہ اور زبان کی صحت اور صفائی کے لحاظ سے غالبؔ کے کلام سے

یقیناً بہت بہتر ہے۔ مگر جب ہم دوسرے معیار سے پرکھتے ہیں تو غالبؔ کا مقام ذوقؔ سے بدرجہا بلند پاتے ہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ میں ثاقبؔ صاحب پر اس مثال کو چسپاں کرنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ بالکل مبتدی ہیں اور انہوں نے ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ ہمارے نقّاد دوستوں کو چاہیئے کہ ہمیشہ ادیبوں کے طبقات کے اس فرق کو ملحوظ رکھیں جو مَیں نے اوپر بیان کیا ہے۔ اور کوشش کریں کہ ہماری جماعت میں ایسے اہلِ فن پیدا ہوں جو زبان کے غلام نہ ہوں بلکہ زبان پر اس طرح سوار ہوں جس طرح ایک شاہسوار اسپِ تازی پر سوار ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام وطن کے لحاظ سے پنجابی تھے اور بعض جلد باز اور کوتہ نظر لوگوں نے آپ کے کلام میں اُردو کے روزمرّہ محاورہ کے لحاظ سے نکتہ چینی بھی کی ہے۔ مگر یہ نکتہ چین آپ کے اس ارفع ادبی مقام کی گرد کو بھی نہیں پہنچتے جو خُدا نے آپ کو عطا کیا تھا۔ چنانچہ آپ کی وفات پر دِلّی کا (جو گویا اردو دانوں کا گھر ہے) ایک مشہور مصنّف لکھتا ہے :۔

” اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اُس کے قلم میں اسقدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب میں بلکہ بلندیٔ ہند میں بھی اِس قوّت کا کوئی لکھنے والا نہیں .... اُس کا پُرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ “

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا میرا مطلب یہ ہے کہ ثاقبؔ صاحب کا یہ مجموعہ اِس لحاظ سے قابلِ قدر ہے کہ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض سوانح اور بعض اخلاقی پہلوؤں کو دلکش پیرایہ میں منظوم کیا گیا ہے۔ دوستوں کو چاہیئے کہ اِس مجموعہ کو اپنی تبلیغی جدوجہد میں استعمال کرکے ثاقبؔ صاحب کی ہمت افزائی کریں۔ اور عنداللہ ماجور ہوں۔ اور دوسری طرف ثاقبؔ صاحب کو بھی چاہیئے کہ وہ عربی اور فارسی میں زیادہ استعداد پیدا کریں اور اُردو ادب کا بھی زیادہ مطالعہ کرکے اپنی اگلی کوشش کو اِس سے بھی بہتر بنانے کی سعی کریں تا اُن کے کلام میں زیادہ سے زیادہ اثر پیدا ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ اُن کے ساتھ ہو اور ہمیں اپنے فرائض کو سمجھنے اور خیر و خوبی کے ساتھ انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار

مرزا بشیر احمدؐ

قادیان

۱۳ دسمبر ۱۹۴۵ء

پیشِ لفظ

شام کے دھندلکے میں مَیں کشاکشِ روزگار سے خیالی فیصلے کرتا اور ہنگامی گتھیوں کو سُلجھاکے اُلجھتا، اور اُلجھاکے سُلجھتا ہُوا گھر واپس ہُوا تو والدہ جائے نماز پر "حقیقۃ الوحی" کے مطالعہ میں مصروف تھیں۔ اُنکی آنکھوں میں آنسو تھے اور لب پر "حقیقتیں" ۔خیالات میں "وحی" اور تصوّرات میں جنّت ۔ہر نظر کے ساتھ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اُن کے چہرے کی جلد میں عقائد کی شمعیں روشن ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی اُن کی اِن کیفیات میں محبّت کی موجیں اٹھیں اور کہنے لگیں۔ "ثاقب بیٹا! تم شاعر ہو اور شاعر کا کام حقائق کو روشن کرکے عوام میں پیش کرنا ہے۔ کیا تمہاری نظر میں "حقیقۃ الوحی" میں حقائقِ کائنات نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو کیا اور کسی حقیقت کو اِس سے پہلے نظم میں ڈھلنے کا حق پہنچتا ہے؟ اگر نہیں تو سب سے پہلے "حقیقۃ الوحی" کو نظم کرو۔ تم اِس طرح میری آرزو کو پورا اور اپنی عاقبت کو تابندہ کروگے"۔

اُن کے اِن الفاظ میں حقائق کا ایسا جوش اور صداقت کا ایسا اشارہ تھا۔ کہ مَیں اپنی علمی کم مائگی اور ادبی بے بضاعتی کے باوصف روحانیت سے لیکر اپنے جسم کے ہر ذرّے میں ایک بے شکست عزم محسوس کرنے لگا، اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے اپنی اُس قابلِ احترام ہستی کے سامنے اِن حقیقتوں کو نظم کردینے کا وعدہ کرلیا جس کے قدموں میں جنّت کی بشارت ہے۔

خیال کا ارادے میں ڈھلنا تھا کہ مَیں نے اپنی زندگی میں ایک پُرسکون انقلاب محسوس کیا، میری

وہ شاعری جو ملحدانہ خس و خاشاک میں رینگ رہی تھی صداقت کے راستے پر مسکراتی نظر آنے لگی۔

اگرچہ میری مصروفیات اسقدر قدم گیر تھیں کہ کھلی فضاء میں سانس لینا تک میسر نہ تھا۔ لیکن میں اسے بھی اس پیغامبر حقیقت کا ایک معجزہ سمجھتا ہوں۔ نہ معلوم میرے فرصت کے لمحات اتنے وسیع کس طرح ہوگئے کہ وقت نے یہ کام کرنے کی گنجائشیں دے دیں۔

مجید[1] بھائی کا تقاضا تھا کہ اس کوشش کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ پہلے حصہ میں اُس "پیغامبر حقیقت" کی زندگی کے زرّیں حالات ہوں۔ دوسرے میں زرّیں کارنامے۔ تجویز معقول تھی اور مجھے اس سے کلیتہً اتفاق۔

ان حقیقتوں کو نظم کرکے جب میں مرکز میں پہنچا تو میرا جسم فضاء کو اجنبی اور رُوح آشنا محسوس کر رہی تھی۔ مکرّم محمود[2] عرفانی مرحوم اور محبّی محمد سلیم[3] اور جناب قیس[4] مینائی کا تقاضا تھا۔ کہ ثاقب سے پہلے ثاقب کی صلاحیتوں کو حقیقت طلب حلقے سے روشناس کرایا جائے۔ میں نے موقعہ غنیمت سمجھ کر سر تسلیم خم کر لیا۔ اور رفتہ رفتہ ان منظوم حقیقتوں کو خدام کے جلسوں میں پیش کرنے لگا۔

چند روز بعد ہی اس نیک ارادے کی مجبوری اور کارِ خیر کی کشش نے مجھے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے مدظلہ العالی اور حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے سایۂ عاطفت میں پہنچا دیا۔ جہاں مجھے وقتاً فوقتاً ان کے مفید مشوروں سے مستفید ہونیکا موقع ملا۔

---

[1] چودھری عبدالمجید بھٹی بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔

[2] مکرم شیخ محمود احمد عرفانی صغیر مرحوم سابق ایڈیٹر "الحکم" قادیان

[3] الحاج مولوی محمد سلیم صاحب مبلغ بلاد عربیہ۔

[4] جناب قیس مینائی المعروف بہ فیضی صاحب۔

اور اس سب پر میرے کامران نصیبے کی کشش کہ بارگاہ خلافت سے بھی مجھے اپنے الہامی پیغامات و ہدایات اور دعاؤں سے نوازا جاتا رہا۔

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے جلد ہی میرے نوجوانانِ احمدیت سے منسوب نغموں کو "ہمارے نغمے" اور "ماہ کامل" کی صورت میں چھاپ کر عالم آشنا کر دیا اور یوں سب سے پہلے خاک نشین کی ادبی حوصلہ افزائی کی توفیق اپنے خدا سے پائی۔ اور اب یہ انہی کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ آپ ان حقیقتوں کو یکجا طور پر "دورِ خسروی" کے نام سے منظرِ عام پر دیکھ رہے ہیں۔

مگر مجھے اعتراف ہے کہ میں ان کے روحانی تقاضوں کو ہو بہو الفاظ کا جامہ نہیں پہنا سکا۔

میں فن، زبان، اصطلاحات اور استعاروں کی آرائش و تصحیح کو بھی ایک حد تک لازم قرار دیتا ہوں مگر جہاں مقصد کی بلندی ہاتھ سے نکل رہی ہو میری نظر سے یہ تمام اصطلاحی گوشے چھپ جاتے ہیں۔ اسلئے بلندئ خیال اور پاکیزگئ عقائد کو نظر انداز کرتے ہوئے جو اس پر تنقیدی نظر ڈالینگے انکا یہ شغل مغز کے مقابل پر قشر کو ترجیح دینے کے مترادف ہوگا۔

میں اپنے گوشۂ گمنامی سے نکلنے کے سلسلے میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا بیحد ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہر رکن سے دین کے بڑے بڑے کام لے۔ آمین۔

ناچیز کی عقیدتمندانہ کوشش ناظرین کے سامنے ہے اور فیصلہ میرے اختیار سے باہر۔ اگر اس میں علمی و ادبی درزیں معلوم ہوں تو کامیابی کے لئے دعا طلب ہے۔

اختتام پر اپنے ان معاونین کا (جنہوں نے حوالہ جات نکالنے، مسودات صاف کرنے، پروف دیکھنے اور دیگر کتابت و طباعت کی غیر شاعرانہ زحمتیں اٹھائیں) خاموش شکریہ بھی گو کافی ہے۔ لیکن خلوص اور تشکر کے

جذبات کو الفاظ کا جامہ محض اِس لئے دے رہا ہوں کہ اظہار ممنونیت کی رسوائیاں بھی ایک خاص لطف رکھتی ہیں اور دل اُس لطف کا پرستار ہے۔

مجھے اپنے عزم کی پختگی اور ارادے کی استقامت کے لئے آپ کی دعاؤں کی ہر وقت ضرورت ہے۔

"میرا عزم"

محبت کے عناصر جزوِ ایماں کر کے چھوڑونگا
مَیں اِس جذبے کا ہر جوہر نمایاں کر کے چھوڑونگا

لرزتے آنسوؤں کو سوزِ غم کی چاشنی دے کر
انہیں ہمتابِ مہتابِ درخشاں کر کے چھوڑونگا

مَیں ذرّوں تک کو دُونگا نورِ رُوحانی کی تابانی
مَیں صحراؤں کو رشکِ صد گلستاں کر کے چھوڑونگا

مری وارفتگی پر ہنسنے والوں کو یہ کیا معلوم
مَیں حیراں ہوں مگر عالم کو حیراں کر کے چھوڑونگا

مَیں مانوسِ جفا کر لوں گا، دل کی ہر تمنّا کو
مگر لا مذہبیّت کو ہراساں کر کے چھوڑونگا

قسم ہے مجھ کو اُس تارو کی ضَو میں ہنسنے والے کی
نگاہِ کِبر کو سر در گریباں کر کے چھوڑونگا

ضیائے شمعِ بے دینی کے پروانوں کو بتلا دو
مَیں ہر شئے کو الوہیّت بداماں کر کے چھوڑونگا

چراغ احمدیت کر کے روشن بزمِ عالم میں
مَیں راہِ دین و ایماں پر چراغاں کر کے چھوڑونگا

مَیں ثاقب اُس کی محفل میں عمل کے گیت گا گا کر
گئے گذرے مسلماں کو مسلماں کر کے چھوڑوں گا

ثاقب زیروی

باب اوّل

خاندانی حالات

حضور کی پہلی زندگی

بعثت

دعوے

دُعا

اَے خدا! اَے کارساز و خالقِ کون و مکاں
تیری شانِ لم یزل کا ذکر اور میری زباں
قطرۂ ناچیز اور رُوداد بحرِ بے کنار
پھر قلم، جو ہر قدم پر جھینپتا ہے بار بار
عالم حیرت میں ہوں کیونکر کہوں الفاظ میں
مجھ پہ میرے ظرف سے بڑھ کر ہیں تیری رحمتیں
ہے ترا سکّہ رواں ہر اک بلند و پست پر
گا رہے ہیں تیری شوکت کے ترانے بحر و بر
تیری ہی ہیبت سے ہیں مدہوش دشت و کوہسار
تیری ہی رحمت کا جھونکا ہے نسیمِ خوشگوار

مہرِ عالمتاب تیرے فیض سے پُرنور ہے
تیرے ہی پرتو سے ہر شعلہ شرارِ طُور ہے
تیری ہی چشمِ کرم سے کھیتیاں شاداب ہیں
تیرے ہی جلوے سے مِہر و ماہ عالمتاب ہیں
تیری نظروں سے نہیں اوجھل کوئی رازِ نہاں
بے دلوں کے دل کی ہے تسکین تیرا آستاں
شب میں چھا جاتی ہیں جب چاروں طرف تاریکیاں
تیرے بارے میں کواکب کرتے ہیں سرگوشیاں
مسجد و مندر ترے ہی نام سے آباد ہیں
کافر و مومن ترا ہی نام لیکر شاد ہیں
زاہدِ کامل کے ہے زُہد و ریاضت میں تُو ہی
بَرہمن کے سنکھ اور جذب عقیدت میں تُو ہی
ہے تُو ہی رِندوں کے جذباتِ طَرب آمیز میں
تُو ہی مجذوبوں کے اقوالِ سرُور انگیز میں
تو نے ہی دنیا میں بھیجے تھے محمدؐ مصطفیٰ
ہاں وہ انسان مکمل اور سچے رہنما

تُو نے ہی اسلام کو بخشی ہے یہ تابندگی
احمدیّت کو عطا کی ہے حقیقی زندگی

تُو نے ہی جس وقت ہر سُو ظلمتوں کا دَور تھا
بُت پرستی۔ دہریت اور بدعتوں کا دَور تھا

بھیجا وعدے کے مطابق (مہدیٔ موعود[1]) کو
تا زمانے میں ترے اسلام کی ذِلّت نہ ہو

تُو نے ہی ثاقبؔ کو بخشے جذب و دردِ شاعری
یعنی اِک نکبت زدہ کو دولتِ احساس دی

آج تیرے ہی حضور آیا ہے وہ بے خانماں
ہاتھ میں ناقص قلم ہے اور گذارش بر زباں

چاہتا ہے قوم کی تاریخ وہ کرنا رقم
ضُعف لیکن قُوّتِ تحریر کو ہے دمبدم

اپنی چادر سے ہے بڑھ کر پاؤں پھیلانیکا جوش
داستانِ مہدیٔ موعود لکھنے کا خروش

---

[1] حضرت میرزا غلام احمدؑ قادیانی مہدیٔ موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام۔

ذہن پر اُس کے ہے طاری ایک مدّت سے جمُود
لیکن اُمڈے آرہے ہیں آرزوؤں کے جنود
دین کی خدمت کا اَب ہے حکمراں دل پر خیال
اِس لئے آیا ہے پھیلائے ہوئے دستِ سوال
لاج اس سجدے کی رکھ اِس التجا کی آبرُو
اپنے ثاقبؔ کی غریب و بے نوا کی آبرُو

سرورِ کائنات سے

پیشوائے ملّتِ بیضا۔ عرب کے شہسوار
تُو یقیناً تھا خدائی مملکت کا رازدار
تُو نے ہی اصحاب کو بخشا وہ رُوحانی جلال
جس کے آگے سربسجدہ ہو گئے کفر و ضلال
تیری آنکھوں میں درخشندہ تھی رُوحانی چمک
صبر و استقلال کی تھی تیری سانسوں میں جھلک
تیری ہی ضَو سے ہوئے روشن رُخِ شام و عجم
نیند کے ماتے ہوئے بیدار اے شاہِ اُمم
تجھ کو خالق نے کہا قرآں میں خیر البشر
اے شفیعِ دو جہاں اے غیرتِ شمس و قمر
تیرے اندازِ تکلّم میں فصاحت کا کمال
تیرے اخلاق و تادّب میں نہاں رُعب و جلال

تیرے بن سنتا نہ تھا کوئی غریبوں کی فغاں
بارگہ میں تیری مظلوموں کو ملتی تھی اماں
تُو نے اُمت کو سکھائے مِہر والفت کے طریق
دشت والے بن گئے اِک دم میں مردانِ خلیق
جو برادر کُش تھے اُن کو پھر اخوّت بخش دی
نیک دل اُن کو بنایا اور مروّت بخش دی
ہے بجا کہنا تجھے شمس الضحٰی بدر الدّجےٰ
آمنہ کے غنچۂ رنگیں محمّد مصطفےٰ
اِک نظر اس ثاقبِ مضطر کی جانب ہو ذرا
آبدیدہ مضمحل لایا ہے تجھ تک التجا
عرض کرتا ہے کہ یہ مُلّا غرض کے میت آج
ہو گئے ہیں چھوڑ کر اِسلام پابندِ رواج
مہدئ موعود سے جو برسرِ پیکار ہیں
احمدیّت سے، ترے اسلام سے، بیزار ہیں
عیش و عشرت میں سراپا غرق اور مدہوش ہیں
بھول کر احکامِ شرعی محوِ ناؤ نوش ہیں

اَب نہ پہلی سی نمازیں ہیں نہ شورِ حق و ہُو
عجز کے بندے ہوئے ہیں بندۂ جام و سبُو
رہ گیا لفظوں ہی تک اسلام کا جاہ و جلال
اِن درندوں نے کیا ہے خونِ انسانی حلال
یہ شریکِ بزمِ شادی ہیں شریکِ غم نہیں
اِن کے جسے کاردں میں اَب رُوحانیّت کا دم نہیں
اِن کے ذہنوں میں شرارت ہے زبانوں پر دُعا
اور سروں پر ہے مسلّط بادۂ کبر و ریا
اِن کے اَیوانوں میں سائل کو نہیں ملتی پناہ
اِن کی باتیں غرقِ ایمان اور عمل غرقِ گناہ
اِک نظرِ اصلاح کی پھر اَے علمبردارِ دیں!
محو ہو جائیں دلوں سے اِن کے کبر و بُغض و کیں
تا نگاہِ دُور بیں سے راہِ حق کو دیکھ لیں
تیرے مہدیؑ کی خدا کے حکم پر بیعت کریں

اجرائے سلسلہ مجدّدین

پیشتر اس کے کہ لکھوں اصل[1] رُودادِ حیات
شعر کے مضراب سے چھیڑوں ربابِ کائنات

پیشتر اس کے کہ دوں روشن شہابی قمقمے
اپنے خاص انداز میں گاؤں حجازی زمزمے

پیشتر اس کے کہ چھلکاؤں گہرہائے بہار
چاہتا ہوں آپ پر اِک راز کرنا آشکار

مہدئ موعود کیوں نازل ہوئے اِس دَور میں
کیوں ہیں جھٹلانے کی خاطر آپ کے یہ کوششیں

نُورِ حق سے ظلمتِ باطل ہے کیوں پھر دُو بدُو
کون سے احکام کے تابع یہ آیا نیک خُو

---

[1] مُراد حضرت میرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی داستانِ مبارک سے ہے۔ ثاقب

مذہبِ اسلام کی ہے زندگی کا یہ ثبوت
سب مذاہب پر ہے اُس کی برتری کا یہ ثبوت
اِس میں ماموروں کا ہوتا ہے رہا اَب تک نزول
جن سے تھا اللہ راضی اور اللہ کا رسولؐ

جن سے ہوتا تھا مخاطب خود وہ ربِّ ذوالجلال
جن کے دَم سے دین کا قائم تھا سب رعب و جلال
حکمِ حق سے توڑتے تھے زعمِ باطل اور غرور
ہر صدی کے ختم پر ہوتا رہا اُن کا ظہور
یہ خدائی سلسلہ ہر دَور میں قائم رہا
چونکہ تھا پہلے سے ہی فرمانِ شاہِ دوسرا

ؔ سرورِ عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد مبارک ہے:-

اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا۔

ترجمہ:- یعنی اللہ تعالےٰ مسلمانوں کے اندر ہر صدی کے سر پر کسی ایسے شخص کو (اپنے کلام کے ساتھ) مبعوث کیا کریگا جو دین اسلام کی تجدید کیا کریگا۔ خاکسار مصنّف

آئے گا اسلام میں ہر اِک صدی کے رأس پر
اِک مجدّد از پئے تجدیدِ دینِ معتبر

جو کرے گا آبیاری دین کے اشجار کی
ہو گی بارش مذہبِ اسلام کے انوار کی

مُنہدم ہوتی رہیں تا قوم کی کمزوریاں
نُور پھیر سکہ جمائے دُور ہوں تاریکیاں

پیشگوئی کے مطابق اولیاء آتے رہے
معجزے لاتے رہے اعجاز دکھلاتے رہے

مستزاد اس پر کہ خیرُ الانبیاءؐ نے ساتھ ہی
اِک بڑے فتنہ سے تھی ہم کو کرائی آگہی

یُوں کیا ارشاد[1] جب آئے گا دَورِ آخری

---

[1] ارشاد فرمایا (الف) یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُہٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُہٗ مَسَاجِدُھُمْ عَامِرَۃٌ وَّھِیَ خَرَابٌ مِّنَ الْھُدٰی عُلَمَاءُھُمْ شَرٌّ مَّنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَآءِ (ب) سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّ سَبْعِیْنَ مِلَّۃً الخ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۸-۳۰) ایک زمانہ مسلمانوں پر ایسا آئیگا کہ اسلام کا صرف نام اور قرآن کریم کے صرف حروف رہ جائینگے مسجدیں ظاہر میں آباد مگر برباد ہونگی ہدایت سے خالی ہونگی۔ انکے علماء تمام مخلوقات سے بُرے ہونگے اور میری اُمت کے ۷۳ فرقے ہو جائینگے۔ منہ

پھیل جائے گی میری اُمت میں ہر سُو ابتری

دہریت کا زور ہوگا اور مسلماں بے عمل

مذہبِ اسلام کی صورت ہی جائے گی بدل

بدتریں مخلوق ہونگے مولوی مثلِ یہود

حکمراں ہو جائیں گے عالم پہ دجّالی جُنود

مہدئ موعود پھر اُس وقت بھیجا جائے گا

جو کہ دینِ ایزدی کو چار سُو پھیلائے گا

ہوگا وہ مہدی بھی، عیسیٰ بھی، کرشن اوتار بھی

اور وہی خدمت کریگا دین کی تجدید کی

یہ اُسی مہدی کے ہے دَورِ رسالت کا بیاں

جس کی بعثت سے مشرّف ہے زمینِ قادیاں

برلاسؔ[1] قوم کا ہندوستان میں ورُود

اِس زمانے کو بھی گذرے اِک زمانہ ہو چلا
ہند میں بَرلاسؔ کا اِک قافلہ وارد ہُوا

---

[1] برلاسؔ ایک مشہور اور معزز قوم مغل کی ہے جس میں تیمورؔ جیسے نامور فاتح اور صاحب استقلال کشور کشا گذرے ہیں اس قوم کا مورثِ اعلیٰ قراچارؔ نامی تھا جو چھٹی صدی ہجری کے قریب گذرا ہے۔ یہ شخص نہایت نیک طینت، پاک نفس اور خدا پرست تھا۔ جانؔ میلکم اور مارخمؔ جیسے متعصب مؤرخین نے بھی اِس کی بڑی تعریف کی ہے۔ یہ شخص پہلے چغتائی کا وزیر تھا۔ قراچارؔ نے اپنی قوم برلاسؔ کو سمرقند کے جنوب کی طرف ۳۰ میل کے فاصلہ پر شہر کُشؔ کے گرد و نواح میں آباد کیا۔ اُس کے پوتے برقالؔ کے ہاں دو بیٹے ہوئے ایک کا نام طراغےؔ اور دوسرے کا نام حاجی برلاسؔ تھا۔ دونوں حضرت قدوۃ السالکین شیخ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے حضرت صاحبقران تیمورؔ کا نام آپ نے ہی اپنے اس ارشاد کے مطابق رکھا تھا "......اَ اَمنتم من فی السّماء ان یخسف بکم الارض فاذا ھی تمور۔" تیمور طراغےؔ کے فرزند تھے۔ تیمور نے حضرت شیخ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کی پیشگوئی کے مطابق ایک انقلابی سلسلہ شروع کیا اور کُشؔ پر قبضہ کر لیا۔ حاجی برلاسؔ نے خراسان میں رہائش اختیار کی (باقی بر صفحہ ۱۴)

جن کی حیثیت تھی مانندِ ریحانِ زماں
ہند کی تاریخ سے ملتا ہے یہ واضح نشاں
اُن میں مفتی بھی تھے، قاری بھی تھے اور حفّاظ بھی
دین کی دولت بھی تھی گویا انہیں وافر ملی
ہند میں آئے وہ فارس سے بہ تزک واحتشام
اور پھر اُن کا اِسی جا پہ رہا دائم مقام
وہ ہوئے آباد مشرق کی طرف لاہور کی[۵]
ایک جنگل میں زمیں ویران اُن کو مل گئی

---

[۵] خطۂ پنجاب کے شمال مغربی گوشہ میں عین دمشق اور مکّہ معظمہ سے مشرقی جانب ایک ویران جنگل میں قصبہ بنام "اسلام پور" آباد کیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴) اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مورث اعلےٰ میرزا ہادی بیگ خراسان میں ہی پیدا ہوئے اور اس طرح مسند امام حنبل میں جو حدیث لکھی ہے جس میں امام مہدی کا خروج خراسان سے لکھا ہے اگر ہم ٹھنڈے دل سے غور کریں تو اس کا مطلب یہی تھا جو مرزا ہادی بیگ کے وجود سے ہی سچا ہوا۔ کیونکہ اِس بزرگ کی نسل سے وہ شہوادِ ہدایت پیدا ہوا جو مہدی کہلایا (علیہ الصلوٰۃ والسلام) (از حیات النبی صہ ۱۹)

یاں کیا آباد اِک قصبہ بنام اِسلام پُور

جس پہ برسائی خدا نے بارشِ نُور و سرُور

جس میں علم و فضل کے رہتے تھے ہر دم تذکرے

جس کے باشندے تصدق دین پر تھے جان سے

پھر انہی وصفوں سے قصبہ خوب شہرت پا گیا

اِس کے پہلے نام میں لیکن تغیّر آ گیا

نسبتِ قاضی سے کہلانے لگا وہ قاضیاں[1]

پھر بگڑ کر رفتہ رفتہ ہو گیا وہ قادیاں

دن بدن بڑھنے لگے رونق میں اپنی یہ دیار

اور مغلوں کا زیادہ ہو گیا رعب و وقار

قادیاں[2] اب اچھی خاصی اِک ریاست بن گئی

گویا اِن مغلوں کی اپنی اِک حکومت بن گئی

کیونکہ تھے جلدی ہی اِن کو بادشاہِ وقت سے

صورتِ جاگیر یہ سارے علاقے مِل گئے

---

[1] پہلے اِسلام پور قاضیاں کہلاتا تھا لیکن بعد میں آہستہ آہستہ صرف قاضیاں رہ گیا اور قاضیاں سے بگڑ کر قادیاں بن گیا۔

[2] اُس وقت ۸۵ گاؤں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آباد کے قبضہ میں تھے۔ (مصنّف)

میرزا گُل محمدؒ کا عہد

جن دنوں تھے خالصہ کے جم رہے یاں مورچے
گُل محمدؒ مورثِ اعلےٰ یہاں مغلوں کے تھے

تھے بڑے فیاض و دانا اور بڑے فطرت کے نیک
علم و حکمت اور امارت میں بھی تھے لاکھوں میں ایک

اُس زمانے میں بھی جب عیش و طرب کا دَور تھا
خود غرض حکّام کے غیظ و غضب کا دَور تھا

اُن کی دینداری یہ تھی حالت یہ تھی ایمان کی
کان جس جانب اُٹھے آئی صدا قرآن کی

؎ آپ حضرت میرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پردادا تھے جیساکہ شجرہ درج ذیل سے ظاہر ہے

مرزا سلطان احمد صاحب
مرزا عبدالباقی صاحب
↓
مرزا جعفر بیگ صاحب ← مرزا الہ دین صاحب ← مرزا محمد دلاور صاحب ← میرزا محمد اسلم صاحب
↓
میرزا محمد قائم صاحب ← مرزا فیض محمد صاحب ← مرزا گل محمد صاحب ← مرزا عطا محمد صاحب ← مرزا غلام مرتضیٰ صاحب
↓
حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہادئ برحق کے اقوالِ نصیحت خیز کا
دَور ہوتا تھا یہاں دربار میں صُبح و مَسا
ایک خادم تک نہیں تھا تارکِ صَوم و صلوٰۃ
ہو گیا تھا وِردِ قرآں اُن کا معمولِ حیات
اِس قدر حاصل ہُوا قصبہ کو جب دینی کمال
چھا گیا ہر چار جانب اُس کا رُوحانی جلال
آپ ہی تھے نیک پردادا مسیحِ وقت کے
مہدئ دَوراں انہی کی آل میں پیدا ہُوئے

غیاث الدّولہ کی آمد

سیر کی خاطر غیاث الدّولہ[1] آیا ایک بار
آپ کے دربار میں پہنچا بہ عجز و انکسار

---

[1] میرزا غیاث الدولہ مغلیہ سلطنت کا ایک وزیر تھا۔ منہ

آیا اور دیکھا کہ یاں تھا دین دُنیا سے بلند
یاں ہر اِک دل کو تھے اقوالِ خداوندی پسند
ہے حکومت کی جِلا بھی اَور دیں کا نُور بھی
یاں ہے شاہی طنطنہ بھی جَلوہ ہائے طُور بھی
یاں مسلماں کو خدا کے دین کا ہے پاس بھی
یاں ابھی ایماں بھی قائم ہے اور احساس بھی
مختصر دربار میں شانِ مسلماں دیکھکر
اِک مقدس رُوح کے کارِ نمایاں دیکھکر
آبدیدہ ہو کے یُوں کہنے لگا افسوس! کاش!
کچھ ذرا پہلے اگر ہوتا یہ مجھ پر راز فاش
"ایسے ویرانے میں اِک مُغلوں کا ایسا مرد ہے"
جس کے دِل میں اَب بھی دینِ مصطفٰے کا دَرد ہے
جو ہر اک پہلو سے ہے پاک اور قابل حکمراں
جس سے رہ سکتا ہے اسلامی حکومت کا نشاں
تو میں کہتا اِن گنہگاری کے بد ایّام میں
دَورِ کم فہمی میں دَورِ نحس و بد انجام میں

تختِ دِلّی پر اِسی اللہ کے بندے کو بٹھائیں
"تاکہ اسلوبِ حسن سے سارے کام انجام پائیں"

میرزا صاحب تھے ہچکی کے مرض میں مبتلا
یہ مرض حضرت کو آخر وقت تک لاحق رہا
آخری لمحوں میں بیماری کا جب دورہ پڑا
اور فضا پر موت کا خونی دُھندلکا چھا گیا
جب بھیانک سے نظر آنے لگے آثارِ زیست
جب تھے گُم ہونے کو ہیئت میں سبھی انوارِ زیست
سب طبیبوں نے دیا مِل کر یہ اُن کو مشورہ
مے پلا دی جائے تو ہو جائے گا کچھ فائدہ
آپ لیکن لفظ مے سُنکر بہت گھبرا گئے
اور رحلت بس یہی کہتے ہوئے فرما گئے[1]
سخت نفرت ہے مجھے اِس بادۂ ناپاک سے
دُور رہنے دو مجھے اِس زہرِ آتشناک سے

---

[1] آپ نے فرمایا "اگر خدا تعالیٰ کو شفا دینی منظور ہو تو اُس کی پیدا کردہ اور بھی بہت سی دوائیں ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ اس پلید چیز کو استعمال کروں۔ میں خدا تعالیٰ کی قضاء و قدر پر راضی ہوں"۔ منہ

میرزا عطا محمدؐ صاحب

میرزا موصوف[۱] جب دُنیا سے رخصت ہو گئے
آپ کے فرزند[۲] پھر گدی پہ جلوہ گر ہوئے
اِک نہایت نیک دل سادہ طبیعت آدمی
صلح جو اور نیک ظن - اور نیک سیرت آدمی
لیک جب ڈِھیلی لگامیں ہوں تو پھر کیسا عروج
آخرش کرنا پڑا امتطور قصبے سے خروج[۳]
مرضیٔ مولا کہ دشمن[۴] جلد غالب آ گئے
سب علاقوں پر ریاست کے تسلط پا گئے

---

۱ میرزا گُل محمد صاحب - ۲ میرزا عطا محمد صاحب - ۳ سکھوں کے تسلط کے بعد میرزا عطا محمد صاحب اپنے اہل و عیال کو لیکر ریاست کپورتھلہ کے علاقے میں بیگووال کے مقام پر چلے گئے - ریاست کپورتھلہ اس وقت راجہ فتح سنگھ کے قبضہ میں تھی - کئی سال تک یہ خاندان بیگووال میں رہا اور اسجگہ میرزا عطا محمد صاحب نے وفات پائی اور جناب میرزا غلام مرتضیٰ صاحب خاندان کے سرپرست قرار پائے میرزا موصوف راتوں رات مرزا عطا محمد صاحب کا جنازہ قادیان لائے اور اُن کو یہاں خاندانی قبرستان میں دفن کیا - منہ ۴ مراد سکھ قوم ہے جن کے اُن دنوں مورچے جم رہے تھے (دُنیا تیب)

آپ نے ہر سعی فرمائی ریاست کیلئے
وقت کے لیکن بہت ہی طور تھے بگڑے ہوئے
سب علاقے قادیاں کے ماسوا جاتے رہے
دُشمنانِ تُند خُو اس کے بھی دَرپے ہوگئے
قادیاں اِک قلعے کی صورت تھا مثلِ کوہسار
شہر کے چاروں طرف رہتے تھے فوجی پہرہ دار
شہر کے چاروں طرف تھی ایک مستحکم فصیل
تھی بلندی میں کوئی بائیس۲۲ فٹ بعید طویل
اَور یہ دیوار کہتے ہیں تھی اتنی عرض میں
تین چھکڑے ایکدم پہلو بہ پہلو چل سکیں
حیف! یہ چیزیں یونہی بے فائدہ ہی رہ گئیں
کام کچھ بھی لے سکے اِن سے نہ قصبے کے مکیں
دہوکہ دیکر اُس میں داخل ہوگیا اِک سکھ گروہ
شہر پر قبضہ کیا جس نے بصد شان وشکوہ
پھر بہیمیّت کے دکھلائے وہ اُس نے معجزے
جن کو ممکن ہی نہیں تاریخ ضائع کر سکے

شہر پر اُس وقت تھا عالم تباہی کا عجیب
خوار تھے اہل دُوَل درماندگی میں تھے غریب
مسجدیں[1] ویران اور شاہی محلّوں میں دُھوآں
اور ریاست میں جناب میرزا کا خانداں
سب خزانے ضبط اور سب کا دخانے پائمال
بڑھتا جاتا تھا ہر اک لمحہ جہالت کا جلال
تھی تعصّب اور تنفّر کی حکومت چار سُو
غیظ میں بھپرے چلے آتے تھے نیکی کے عدُو
سب کتبخانے جلا کر راکھ دشمن نے کئے
جن میں تھے قرآں کے نُسخے بھی قدیمی شان کے
حکم قصبے سے نکل جانے کا صادر کر دیا
اور یُوں دارالخلافے پر تسلّط پا لیا

---

[1] اس رام گڑھیے سکھ گروہ نے جو دھوکے سے ریاست میں داخل ہو گیا تھا اس قدر تباہی مچائی کہ الحفیظ والاماں! چنانچہ اِس منحوس بدبخت زمانے کی یادگار میں ایک مسجد دھرم سالہ بنی ہوئی قادیان میں موجود ہے تمام مرد و زن اور تمام اہل حرم چھکڑوں میں بٹھا کر اس قادیان سے جسے اُن کے بزرگوں نے سمرقند و ایران سے آکر جنگل سے منگل بنا دیا تھا نکال دیئے گئے۔

اِن سیہ کاروں نے اِسپر بھی نہیں کی اِکتفا
زہر[۱] دھوکے سے جنابِ میرزا کو دے دیا
کاش! اس سے مُطّلِع ہوتے کہ اِس کُنبے سے ہی
وہ خدائے دو جہاں پیدا کریگا اِک جری
جس کے ڈر سے کانپ اُٹھّیں گے جہالت کے محل
آئے گا اِن کی ضلالت کی مجالِس میں خلل

میرزا غلام مرتضیٰ صاحب

آپ کے ارادے

آخری تھے جام بس رنجیت[۲] سنگھی دور کے
جب غلام مرتضیٰ دربار میں حاضر ہوئے
حکمرانِ وقت نے والد کی مملوکات سے
پانچ گاؤں میرزا صاحب کو واپس دیدیئے

۱ے جب میرزا صاحب غریب الوطنی کے ایام بسر کر رہے تھے۔ ۲ے مہاراجہ رنجیت سنگھ جو اُسوقت قادیان پر قابض تھا۔

میرزا صاحب کی خواہش تھی کہ والد کے سبھی
از رُوئے قانون، گاؤں ہوں مِرے ملکیتی
بس اِسی دُھن میں عدالت میں کیا صرف کثیر
کچھ نہیں ملتا نہ دے جب تک حقیقی دستگیر

اور اِسی باعث وہ اپنے ہمنشیں احباب سے
زندگی کے آخری ایّام تک کہتے رہے
کِس طرح ہوگی غلام احمدؔ کی آئندہ بسر
تا بہ کے کٹتی رہے گی زندگی بھائی کے گھر
جس کا ہے یہ حال کوئی بھول کر گر آ گیا
سَر بسر مایُوس ہو کے اُس سے فوراً چل دیا
دین کا بندہ ہے بس دُنیا سے اُلفت ہی نہیں
زندگی کا کیا کروں اِس کی میں ربّ العالمیں
مطلع ہوتے وہ کاش اِس راز سے اُس کا خدا
مہدئ دَوراں بنانے کیلئے ہے چُن چکا
اِس کی گویائی کا سکّہ ہوگا عالم پر رواں
معدنِ لطف و کرم سمجھینگے اِس کو اِنس و جاں

برکتیں ڈھونڈیں[1] گے کپڑوں سے اِسی کے بادشاہ
اِس سے ہی وابستہ رہنے سے مِلے گی عزّ و جاہ

اَب اِسی مہرِ منوّر کی ضیا پاشی سے ہی
مِل سکیگی دین کی مُردہ رگوں کو زندگی

مسجدیں ویراں ہیں آبادی عطا کر دیگا یہ
دل ہوئے تاریک نُورِ ایزدی بھر دیگا یہ

اِس سے اَب اس قوم میں یکسر نیا دَور آئیگا
ساری دُنیا میں یہ گُل اَب رنگ و بُو پھیلائیگا

آخری ایّام تو گذرے بصد اندوہ و یاس
قلب میں حبِ خدمتِ دیں کی بڑھی یکلخت پیاس

---

[1] حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام۔ ”تیرا خدا اس فعل سے راضی ہُوا اور وہ تجھے بہت برکت دے گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔“

(براہین احمدیہ حصّہ چہارم صفحہ ۵۲۰ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

پھر جُھکے یوں کہہ کے دیں کی سمت باعجز و نیاز
"بخشدے میرے گناہوں کو اے میرے کارساز"

"ولادتِ باسعادت"

گلشنِ اسلام پر تھی بے بسی چھائی ہوئی
ہر کلی تونسی ہوئی، ہر شاخ مُرجھائی ہوئی
وہ خزاں آئی کہ تھی موہوم اُمیدِ بہار
اَب نہ وہ غنچے ہی باقی تھے نہ پہلا سا نکھار
ہر طرف تھے معصیت کے دَور ہر جانب گناہ
ہو رہا تھا نیکیوں کی فوج پر غالِب گناہ

ؔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ وَالد محترم اپنے آخری اَیّام میں اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے ؎

از درِ تو اے کس ہر بیکسے ۔۔۔ نیست اُمیدم کہ بردم نا امید

اور کبھی یہ شعر وردِ زبان ہوتا ؎

بہ آب دیدۂ عشاق و خاکپائے کسے ۔۔۔ مرا دلے است کہ درخوں تپد بجائے کسے

ظلمتوں کے سُرخ پرچم اُڑ رہے تھے دہر میں
پاؤں ظلم و جور کے اَب جم چکے تھے دہر میں
خالقِ کون و مکاں نے اِک نگاہِ لطف کی
سارے پژمردہ گلوں میں تازگی سی آ گئی
وہ کہ جس کے دَم سے ہونا تھا طلوعِ آفتاب
چہرۂ اسلام سے اُٹھنا تھا ظلمت کا نقاب
گا چکے تھے گیت جس کے انبیاءؑ و اولیاؒ
جسکی آمد کی خبر دیتے تھے محبُوبِ خُدا
ہاتھ میں جس کے تھی شمشیرِ قلم کی سلطنت
تھی ملی جس کو ازل سے جاہ و عزّ و تمکنت
دِید کو جس کی تھیں مدّت سے نگاہیں بے قرار
شوق ظاہر ہو رہا تھا اَب بہ شکلِ اِضطرار
ہاں وہی شہزادۂ حکمت، وہی نُورِ نظر
ہو گیا پیدا غلامِ مرتضیٰؒ صاحب کے گھر
بدعت و عصیاں کے سارے قمقمے گُل ہو گئے
شِرک و بے دینی تحیّر کی فضائیں کھو گئے

آسماں پر اُودی اُودی بدلیاں رقصاں ہوئیں
وَجد میں آ آ کے حوریں لوریاں گانے لگیں
مُطربانِ بزمِ جنت ہاتھ میں بربط اٹھائے
ساری دنیا کو لئے جاتے تھے نغموں میں بہائے
ذرّے ذرّے میں چمک تھی مہرِ عالمتاب کی
دید کے قابل تھی شوخی جلوۂ بے تاب کی
بے خود و مدہوش تھے اب میگسارانِ چمن
مہر دینداری نے ڈالی تھی ابھی پہلی کرن
دہریّت پر حملہ آور ہو گئی یزدانیّت
دین کی تاریکیوں میں آ گئی نورانیّت
کشورِ پنجاب میں بھی پھر تزلزل آ گیا
حکمرانوں کا غرورِ تمکنت تھرّا گیا
کر رہے تھے آسماں پر انبیاء مل کر دُعائیں
میرزا کے گھر کی لیتے تھے ملائک بھی بلائیں
اُس کے گھر پیدا ہوا تھا معرفت کا تاجدار
اِک جریُ اللہ اور وحدانیّت کا شہسوار

ہے زمینِ قادیاں تُو لائق صد مرحبا
مہدئ موعود سا تُو نے گہر پیدا کیا
نُور کا چشمہ ہے تُو، علم و ھُدیٰ کی کان ہے
یہ بجا ہے گر کہوں، تُو سربسر ایمان ہے

السّلام

السّلام اے جادۂ فکر و عمل کے شہسوار
السّلام اے دینِ حق کی مملکت کے تاجدار
السّلام اے ظُلمتوں میں نُور کے پیغامبر
افتخارِ آدمیّت، رہبرِ جنّ و بشر
السّلام اے مخزنِ ایثار و جانِ عاشقی
اے مسیحائے زماں، روحِ روانِ عاشقی
السّلام اے خاص شیدائے رسولِ ہاشمیؐ
تو نے رکھ لی آ کے سچ مچ آبروِ اسلام کی

السّلام اے پہلواں! اے کافروں کے بیخ کن
مشرکوں کے، فاسقوں کے، فاجروں کے بیخ کن
السّلام اے ماہِ رفعت عاجزوں کے دردمند
منبعِ عرفان و حکمت، صاحبِ عزمِ بلند
السّلام اے مصدرِ انوار! اے روشن ضمیر!
ماہِ طلعت، مشعلِ دیں، بے کسوں کے دستگیر!
السّلام اے شاہِ اقلیمِ سخن والا نشاں
خادمِ دینِ محمدؐ، مہدیٔ آخر زماں
تیرے آنے سے وہی روشن بہاریں آگئیں
پھر زمانے پر تقدس کی فضائیں چھا گئیں

"قادیان دارالامان"

غیرتِ شمس و قمر، اے سرزمینِ قادیاں
ہیں تری تعریف میں سب بحر و بر رطب اللساں

تجھ کو حاصل ہے جنم بھومی کا احمدؐ[1] کی شرف
گوہرِ نایاب ہے تیری زمیں کا ہر خزف
چشمۂ علم و ہدیٰ! اے قادیاں اُمّ القریٰ[2]
تیرے احمدؑ[3] نے کیا پھر تازہ دینِ مصطفےٰ[4]
مہدیٔ موعود کی تُو نے ہی کی نشو و نما
اور مرے محمودؓ[4] کی تُو نے ہی کی نشو و نما
نسلِ ہادیؒ[5] نے تجھے اسلام کی خاطر چُنا
اور خدائے پاک نے الہام کی خاطر چُنا

---

۱ و ۳ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مراد ہیں۔ ۲ قادیان کا الہامی نام ۴ حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ۵ ہادی سے مراد میرزا ہادی بیگ مورث اعلیٰ خاندان حضرت مسیح موعودؑ ہیں جنکو فارسی الاصل ہونے کی وجہ سے حضرت سلمانؓ فارسی سے مناسبت ہے جن کی پیٹھ ٹھونک کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: "... وفی روایۃ تفترق امتی علیٰ ثلاث وسبعین فرقۃ۔ وفی روایۃ لو کان الایمان عند الثریا لناله رجل من اهل فارس" (مشکوٰۃ کتاب الفتن) یعنی ایک روایت اسطرح آئی ہے کہ میری امت ۷۳ فرقوں میں منقسم ہو جائیگی جن میں سے صرف ایک حق پر ہوگا۔ ایمان دنیا سے اُٹھ جائیگا لیکن اگر وہ ثریا پر بھی چلا گیا تو پھر بھی ایک فارسی الاصل شخص اُسے اُتار لائیگا۔

تُو نے پیدا کر دیئے بُوبکرؓ ایسے نیک خُو

تیری گلیوں میں پھلے پھُولے عمرؓ سے جنگجو!

تجھ میں اب بھی خالدِؓ جانباز سے ہیں تیغ زن

گود سے تیری ہوئے پیدا ہزاروں صف شکن

خاک کا ہر ذرّہ تیری، قابلِ تعظیم ہے

دفتروں میں تیرے ہاں اسلام کی تنظیم ہے

شوکتِ اسلام کی تُو اَب بھی ہے زندہ مثال

تیرے باشندوں کو حاصل ہیں سبھی دینی کمال

حقّ و ہُو کا شور اُٹھتا ہے تیرے اَیوان سے

تجھ میں دی جاتی اَذانیں ہیں بلالی شان سے

تیرے محرابوں پہ ہے اَب بھی وہ اسلامی جلال

تیری دیواروں پہ ہیں ضَو ریز ہمت اور کمال

تیرا ہر ذرّہ ہمیں دیتا ہے منزل کی خبر

تیری ہر قندیل ہو کر رہ گئی ہے راہبر

---

۱ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اوّل ۲ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی ۳ حضرت خالدؓ بن ولید امیر عساکر اسلامیہ

تیرے مومن رہن ذکرِ ذاتِ سرمد کے لئے
تیری جانیں وقف ہیں دینِ محمدؐ کے لئے

مرجعِ اقوامِ عالم منبعِ علم و ھدیٰ
تُو نے تازہ کر دکھائی شانِ دینِ مصطفےٰ

تُو اخوت اور حمیّت میں ہے اَب بھی بے نظیر
نام سُن کر کانپ جاتے ہیں تِرا ظالم شریر

دِل دہل جاتا ہے کافر کا تصوّر سے ترے
نوجوانوں میں ترے اب بھی ہیں دینی وَلولے

مہرِ عالمتاب کی جھکتی ہے تجھ سے ہی جبیں
ہے بجا تجھ کو کہوں گر ہمسرِ عرشِ بَریں

مَیں بھی تیری خاک سے اُلفت کا ہوں اُمّیدوار
کاش بس جائے کبھی یہ دل کا اُجڑا سا دیار

بچپن

آؤ اس معصوم کے بچپن کو بھی دیکھیں ذرا
عہدِ طفلی اِس مہِ نَو نے بَسر کیونکر کِیا

کِس طرح یہ غنچہ بن کر پھول مہکا چار سُو
کِس طرح نقّاشِ قدرت نے بِلائے رنگ و بُو

دَور دَورہ عُسر کا تھا خانداں میں آجکل
انصرام لُیسر میں اَب آتا جاتا تھا خلل
باپ کی کوشش تھی ماضی پھر سے بن کے آئے حال
لیکن اِس اُمید میں سب لُٹ گیا مال و منال
گویا پیہم یاس سے اُمید بھی بدحال تھی
گویا اِس غنچے سے پہلے ہر فضا پامال تھی

لیکن اِس فرزند کی زرّیں ولادت کا اثر
دیکھکر حیران سے رہنے لگے اہلِ نظر
تنگدستی پر تسلّط پا گئی آسودگی
خانداں کو مُفلسی سے مُخلصی حاصل ہوئی

یاس اور ناکامرانی لے رہی تھی ہچکیاں
رُک چکی تھیں نکبتوں کی زور آور آندھیاں
فارغ البالی کا پرچم خوب لہرانے لگا
گھر کا نقشہ دیکھکر اب عُسر شرمانے لگا

والدہ نے دیکھ کر اک دن جبینِ تاجدار

یہ کہا اچھے کی آیا ہو نہایت ہوشیار

خالقِ اکبر اعطا کر اس کو تو عمرِ دراز

تو دو عالم میں کر اس کو سربلند و سرفراز

ہے عجب معصومیت کی اسکے چہرے پر جھلک

اور جبیں پر صاف اقبالِ درخشاں کی چمک

ننھے بچے کے تھے سب انداز ایسے دلنشیں

اور بچوں میں مثال اُن کی نہ ملتی تھی کہیں

دوسرے بچوں کو تھا کھیلوں کھلونوں کا دھیاں

ہر گھڑی کچھ سوچ میں رہتی تھی یہ معصوم جاں

والدہ کو تنگ کرنے کی تو فطرت ہی نہ تھی

اُس کے ننھے میں کوئی بچوں سی عادت ہی نہ تھی

بھانپ لیتی تھی یہ زیرک کی چھچلتی سی نظر

یہ یقیناً ہوگا مستقبل میں قومی راہبر

چھیڑ دیتا تھا کوئی جب گھر میں ذکرِ مصطفےٰ

محویت میں غرق ہو جاتی تھی یہ رُوحِ وفا

دل میں تھا اخلاص محبوبِ خدا کیواسطے
عشق بے پایاں حبیبِ کبریا کیواسطے
وہ مبارک گود جس میں یہ گہر پیدا ہوا
مہدئ موعود، یہ رشکِ قمر پھولا پھلا

وہ حقیقت میں ہے ثاقبؔ قابلِ صد احترام
پہنچیں اس روحِ مقدس کو مرے لاکھوں سلام

شباب

کس طرح یہ جان دل وجاں سے ہوئی دیں پر نثار
کس طرح گذری جوانی عہدِ شوق و اضطرار
آؤ دیکھیں اس کتابِ زیست کا اک اور باب
کونسی شے تھی نہ پیدا ہو سکا جس کا جواب
کیا ریاضت تھی، وہ دھن کیا تھی، وہ محویت تھی کیا
جس نے اک ذرّے کو بخشی آبِ دُرِّ بے بہا

کچھ برائے عاقبت شاید ہمیں بھی مل ہی جائے
غنچۂ اُمید اس کاوش سے شائد کھل ہی جائے
آپ کی ہستی سے ہرگز یہ توقع ہی نہ تھی
خانگی کاموں کی جانب ملتفت ہونگے کبھی
دین سے الفت تو سب پر ہو چکی ہے آشکار
دنیوی دھندوں کا حضرت پر نہ تھا کچھ انحصار
بلکہ حضرت کو ہوا کرتی تھی اتنی محویت
دل پہ اتنی حکمراں تھی آپ کے یزدانیت
گر کوئی ملنے کی خاطر آپ سے گھر آگیا
محترم والد سے فوراً یہ جواب اُس کو ملا
ہوگا مسجد میں کہیں بیٹھا نوافل پڑھ رہا
گھر سے کُلّی طور پر ہے بے تعلّق ہو گیا
اُس جوانی میں یہ عالم تھا حضورِ پاک کا
جب تعیّش میں پھنسا ہوتا ہے ہر اچھا بُرا
قلب جب صبح و مسا رہتا ہے وقفِ اضطراب
اور راتوں کو وصالِ حُسن کے آتے ہیں خواب

جب بدلتا ہے زمانہ کروٹیں ہر گام پر
جستجوئے حسن میں رہتی ہے کیف آگیں نظر

ہوتا ہے جب جذبۂ صورت پرستی جوش پر
بیہشی جب حکمراں ہوتی ہے عقل و ہوش پر

جستجو میں ساقیٔ مہوش کی رہتی ہے نظر
بیخودی سی جب برستی ہے در و دیوار پر

ڈھونڈھتی ہیں جب نگاہیں محفلِ رقص و سرود
بے حقیقت ہو کے رہ جاتی ہیں دنیاوی قیود

دل کی حالت غیر سی رہتی ہے جب صبح و مسا
ولولوں کا دل میں رہتا ہے بپا طوفان سا

کفر جب دلکش نظر آتا ہے کچھ ایمان سے
جب لکھے جاتے ہیں مضموں عشق کے عنوان سے

رقص جب کرتا ہے نظروں میں کوئی مینا بدوش
نیشتر محسوس ہوتا ہے جب اندازِ خموش

جب ستارے رازداں ہوتے ہیں نامہ بر قمر
راتیں ہو جاتی ہیں جب اختر شماری میں بسر

ہاں اُسی عہدِ جوانی میں، اُنہی لمحات میں
منہمک تھے حضرتِ اقدس خُدا کی ذات میں

ایک مصرع میں یہ نکتہ کر گیا شاعر بیاں
"در جوانی ذکر کردن شیوۂ پیغمبراں"

سرکاری ملازمت

اِک کرشمہ دیکھئے ناواقفیت کا یہاں
کِس طرح درپے تھی اُس کے گردشِ دورِ زماں
باپ کو کیا علم یہ کیا نور ہے، کیا بات ہے
کِس غذائے نُور پر اِس کی گذر اوقات ہے
اُس کو خالق نے کیا ہے کونسا جوہر عطا
یہ جوانی میں بھی کیوں ہے اسقدر مجذوب سا
یہ فلک کی سیر کا عادی ہے اور اِس کی جبیں
ماسوی اللہ کے لئے ہے ناشناسائے زمیں

جانتے وہ کاش! یہ اللہ کی تلوار ہے

ڈالنا دُنیا کے دھندوں میں اِسے بیکار ہے

بس انہیں یہ فکر لاحق تھی کہ یہ لختِ جگر
نوکری پر جائے اچھی زندگی کرلے بسر
اِس لئے جلدی عدالت میں کہیں لگوا دیا
حکم کیسے ٹال سکتے تھے بھلا ماں باپ کا

کون سی راحت ہے بڑھ کر حکم سے ماں باپ کے

کون کرتا ہے تردُّد کب کسی کے واسطے

اقتضائے وقت سے حضرت ملازم ہو گئے
اور فرائضِ منصبی اپنے ادا کرتے رہے
کس طرح ہوتی وہاں ایسے نجیبوں کی گذر
جس جگہ رہتی ہے جیبوں پر کلرکوں کی نظر
آخرش مولیٰ نے سُن لیں سوز میں ڈوبی دُعائیں
باپ کے دل میں اُمنگ آئی کہ بیٹے کو بلائیں

حضرتِ اقدس نے پھر استعفیٰ داخل کر دیا
یُوں ہوئی اَب حارث[1] زندگی کی ابتدا

"وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِق"

عمر ہوگی مہدیٔ موعود کی چالیس[40] سال
جب ہُوا مرزا غلام مرتضیٰ کا انتقال

[1] آنے والے مہدیؑ کے متعلق آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد بھی تھا:۔ "عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج رجل من وراء النھر یقال لہ الحارث بن حراث علی مقدمتہ رجل یقال لہ منصور یوطن او یمکن لآل محمدؐ کما مکنت قریش لرسول اللہ صلعم وجب علی کل مومن نصرہ او قال اجابتہ (ابوداؤد) یعنی روایت ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ایک شخص پیچھے نہر کے سے نکلیگا۔ یعنی بخارا یا سمرقند اس کا اصل وطن ہوگا اور وہ حارث کے نام سے پکارا جائے گا۔ کیونکہ حراث ہوگا یعنی ممیز زمیںنداروں میں سے ہوگا۔ اس کے لشکر یعنی اس کی جماعت کا سردار سرگروہ ایک توفیق یافتہ شخص ہوگا جسکو آسمان پر منصور کے نام سے پکارا جائے گا۔

انتقالِ میرزا صاحب سے کچھ ہی پیشتر
رحلتِ والد کا منظر خواب میں آیا نظر

خواب دیکھا اور عجب دل میں خیال آنے لگے
دنیوی دھندے گھٹائیں بن کے چھا جانے لگے

دوسرے دن ہی حضورِ پاک پہنچے قادیاں
باپ کو اسہال سے پایا نزار و ناتواں
موت کے لیکن نہ ہوتے تھے کوئی ظاہر نشاں
جا چکا تھا کچھ مرض اور آ چکی تھی جاں میں جاں
لیکن اگلی دوپہر جب تھیں بلا کی گرمیاں
ایک سنّاٹا سا چاروں سمت تھا ہُو کا سماں

گرم ذرّے پھانکتی پھرتی تھی بادِ تُند و تیز
شاہِ خاور کی تھی آنکھیں برق پاش و برق ریز

لُو کی پیہم یورشوں سے راہ گھبرائے سے تھے
اور چمن میں ہر روش کے پھول کملائے سے تھے

ہو رہا تھا آگ کی لپٹوں کا دھوکا سانس پر
اور تھی بدلی ہوئی اگنی کی دیوی کی نظر
ملگجا سا ہو گیا تھا دھوپ سے کلیوں کا رنگ
بہہ رہا تھا جب پسینہ بن کے سب جسموں کا رنگ
ہر گل و غنچے کی زینت ختم تھی چہروں پہ گرد
ہر زباں پر العطش تھا، اور آنکھیں زرد زرد
پاس بیٹھا تھا مریض ابّا کے ہر چھوٹا بڑا
دیکھ کر والد نے حضرت کی طرف یہ دی صدا
جاؤ کچھ آرام کر لو بیٹا اوپر سو رہو
کچھ تمہیں تکلیف ہو جائے کہیں ایسا نہ ہو
آپ بالا خانے میں آرام کرنے کے لئے
باپ کے فرمان کی تعمیل کی خاطر گئے
آپ لیٹے اور خادم پاؤں سہلانے لگا
نیند کا غیبی فرشتہ لوریاں گانے لگا
ڈگمگاتا سا تجسس ذہن پر حاوی ہوا
اِک عجب پُر کیف بے خوابی سے ہم آہنگ سا

عین اُسی عالم میں اک الہام[1] حضرت کو ہُوا
جس سے حضرت کے اِرادوں کا جگر تھرّا گیا
جس کا مطلب تھا کہ جب یہ مہرِ تاباں ڈھل گیا
آپ کے والد کو پیغامِ اجل آجائے گا

"اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ"[2]

یہ خیال آتے ہی حضرت ہو گئے مغموم سے
گھر کی ذمہ واریوں کے اب خیال آنے لگے

---

[1] حضورؑ کو اس عالم غنودگی میں یہ الہام ہُوا۔ "وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ" یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضا و قدر کا مبداء ہے اور قسم ہے اُس حادثہ کی جو غروب آفتاب کے بعد آئیگا۔ حضورؑ کو سمجھایا گیا کہ بطور عزا پرسی ہے اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارا والد بعد از غروب آفتاب انتقال کر جائیگا۔ منہ

[2] حضورؑ کو اسی فکر و تردّد کے عالم میں الہام ہُوا۔ "اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ" یعنی کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے۔ حضورؑ کو اس الہام سے کلّی اطمینانِ قلب میسر آگیا۔

باپ کے کندھوں پہ تھا سب دنیوی دھندوں کا بار
گھر کے اخراجات کا بھی تھا اُنہی پر انحصار
مرحلے یہ دنیوی کیونکر کریں گے آپؐ طے
اِن سے جب نفرت ازل سے آپؐ کی فطرت میں ہے
غرق تھا ایسے خیالاتِ پریشاں میں دماغ
آ گئے لے کر فرشتے ایک الہامی چراغ
خالقِ اکبر نے فرمایا ہے اَے قلبِ حزیں
"کیا خُدا ہی اپنے بندے کے لئے کافی نہیں"
بخشا اِس الہام نے دل کو سکونِ دائمی
رنج و غم کی کیفیت فوراً ہی عنقا ہوگئی
آنے والے حادثے کا انتظار اب صبر سے
موجبِ حکمِ الٰہی شام تک کرتے رہے

والدِ محترم کی وفات

دن ہُوا جب ختم باغوں میں ہوئیں خاموشیاں
چھا گئیں ہر سُو سُہانی شام کی تاریکیاں

جا رہے تھے اپنے اپنے آشیانوں کو طیوُر
لے رہا تھا کروٹیں شاعر کا خوابیدہ شعور
آرہی تھیں شام کی پریاں ہواؤں پر سوار
گرم ذرّوں کی جھپکتی تھیں نگاہیں بار بار
دن گلے مِل مِل کے رُخصت ہو رہا تھا شام سے
اور فرصت مِل رہی تھی ہر کسی کو کام سے

نیک سیرت، نیک دل، مرزا غلامِ مرتضےٰ
چل بسے تھامے ہوئے آرام سے دستِ قضا
اور وصیّت کے مطابق مسجدِ اقصےٰ[1] میں ہی
چھ مہینے قبل جس کی آپ نے تعمیر کی
صحن کے گوشے میں باصبر و سکوں مدفوں ہوئے
تاکہ ہر دم کان میں نامِ خُدا پڑتا رہے

---

[1] بوقت تعمیر مسجد کا نام مسجد اقصیٰ نہ تھا یہ بعد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد میں رکھا گیا۔ اور نہ ہی قبر اس وقت مسجد کے حصہ میں تھی یہ تو بعد میں توسیع کے وقت مسجد کے صحن میں آگئی۔ ثاقب

آقا سے اُلفت[1]

دُور کھیتوں کے کنارے جُھک رہا ہے آفتاب
اوڑھتا جاتا ہے چرخِ نیلگوں رنگیں نقاب

سُرخ سنجافیں لگاتی ہے شفق کہسار پر
تھرتھراتی پھر رہی ہے دھوپ سبزہ زار پر

جُھک رہی ہیں ٹہنیاں شرما رہے ہیں سبزہ زار
گُنگُناتا پیچ کھاتا بہہ رہا ہے آبشار

بیخودی ہر چیز پر طاری ہے حادی ہے سکوں
کیا عجب دلکش سماں ہے بے پیئے بیہوش ہوں

آ رہے ہیں ذہن میں مضموں نرالے پے بہ پے
آج شعریّت کا دریا خوب طغیانی پہ ہے

---

[1] یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو محبت سرورِ کائنات آقائے موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ ثاقب

شام کی تاریکیاں چاروں طرف چھانے کو ہیں
کھیتیوں سے اب تھکے دہقان لوٹ آنے کو ہیں
دیتی ہیں آرام کا مژدہ شفق کی سرخیاں
دن کے دھندوں سے فراغت پا گئے پیر و جواں
ختم ہے سب ہاؤ ہو دنیا پہ طاری ہے سکوں
میرے دل کی بیقراری ہے مگر حد سے فزوں
غور سے دیکھا تو رازِ بے خودی افشا ہوا
آج ہے پیشِ نظر مضمون اور عنواں نیا
اپنے آقا سے غلاموں کی محبت کا بیاں
خامۂ ثاقبؔ میں لکھنے کی صلاحیت کہاں
ایسا آقا جس کی عظمت اور بزرگی لازوال
ایسا آقا جس کی حکمت اور لیاقت بے مثال
ایسا آقا جس کے قدموں میں ملائک سر جھکائیں
ایسا آقا دیکھ کر جس کو خدا کے راز پائیں
ایسا آقا جس کے آگے انبیاء کے سر جھکے
اصفیاء و اولیاء و اغنیاء کے سر جھکے

ایسا آقا جو شہی کے تخت پر بھی تھا گدا
ایسا آقا جو گدا ہوتے ہوئے تھا بادشا
ایسا آقا لطف میں یکتا، کرم میں بے نظیر
جو معین فاقہ کشوں کا، اور غریبوں کا نصیر
ایسا آقا جس کو آقا کہہ کے دل کو لطف آئے
جس کی پیشانی کی ضو سے مہر بھی آنکھیں چھپائے
ایسا آقا جو نبی ہوتے ہوئے میداں میں جائے
زخم کھائے جسم اطہر پہ لہو میں بھی نہائے
ایسا آقا جس کی توریتِ مقدس میں خبر[۱]
ہاں وہی آقا کہ جو فاراں[۲] پہ آیا نظر

---

۱ و ۲ - کتاب استثنا آیت ۱-۲ باب ۳۳ میں لکھا ہے :-

" اور یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مردِ خدا نے مرنے سے پہلے بنی اسرائیل کو بخشی۔ اور اُس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اُس کے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت اُن کے لئے تھی" - منہ

ھادیٔ برحق، محمد مصطفےٰ، ماہِ مُبیں

وہ شفیع المذنبین و رحمۃ للعالمیں

خالقِ اکبر کا دشمن ہے جو ہے اُس کے خلاف
مُنحرف ہوتا ہے اُس سے خود خُدا سے انحراف

جس کے ہاتھوں قیصر و کسریٰ کی سرداری مٹی
اور حکومت دل سے مصنوعی خداؤں کی اٹھی

ہوگئے کافور جس کے دم سے سب فسق و فجورُ
آگیا آمد سے جس کی بُت پرستی میں فتورُ
ہاں وہ غمخوارِ یتامےٰ، اور مساکیں کا مُعیں
جس کی عظمت کا ہمیں حق الیقیں حق الیقیں

اور اُس سے ایسے خادم کی محبّت کا بیاں
جس کے دل میں عشق کا تھا ایک بحرِ بیکراں

"هٰذا رجلٌ یُحِبُّ رسُولَ اللہِ"

جس کا دل کیا تھا محمدؐ کی محبّت کا مقام
جس کے لب پر یہ سُخن رہتا تھا جاری صبح و شام
"بیکسے شد دینِ احمدؐ، ہیچ خویش و یار نیست"
"ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمدؐ کار نیست"
جو مئے اسلام سے بس بیخود و سرشار تھا
دین پر قربان ہونے کے لئے تیار تھا
جس کو دیکھا جب زمیں پر تو ملائک بول اُٹھے
یہ وہی ہے جس کو اُلفت ہے رسول اللہ سے
محو خوابِ ناز میں ہوتا تھا جب سارا جہاں
نام ہوتا تھا نبیؐ پاک کا وردِ زباں

پوچھتا کوئی جو ذاتِ مصطفےٰ کی آب وتاب
تو بڑی ہی تمکنت سے وہ یہ دیتا تھا جواب
"شانِ احمدؐ را کہ داند جز خداوندِ کریم
"آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم"
"در رہِ عشقِ محمدؐ ایں سرو جانم رود"
"ایں تمنا، ایں دعا، ایں در دلم عزمِ صمیم"

بلوغتِ نبوّت کی عمر

آرہا ہے وہ زمانہ جب مسیحؑ خوشخصال
ختم کرنے کو ہیں اپنی عمر کے چالیس سال
پا چکی معراج اب وہ بچپنے کی تربیت
ہچکچاہٹ دل میں ہے اور لب پہ پیہم معذرت
چیختے ہیں دوسری جانب زمین و آسماں
دیکھکر اسلام کی فرسودہ حالت کا سماں
دے رہے ہیں آپ کے مبعوث ہونے کی خبر
انتظارِ دید میں بیتاب ہیں شمس و قمر

گلشنِ اسلام میں یکسر خزاں کا دَور ہے
اُس کی شادابی کا، رعنائی کا منظر اَور ہے
دین کی شاخیں نظر آتی ہیں سنولائی ہوئی
اَور نگاہیں بندگانِ حق کی گھبرائی ہوئی
گرد ہے پتّوں پہ مُرجھائے سے ہیں نخل و نہال
ساری رعنائی چمن کی ہو چکی ہے پائمال
موسمِ ناساز سے سارے پھلے پھُولے شجر
ہو رہے ہیں خشک اور بادِ خزاں ہے زور پر
لالہ و نرگس سے دلکش پھول بھی مُرجھا گئے
یاسمن اور نسترن پژمردگی پر آ گئے
سَرو اور شمشاد خم کھا کر زمیں پر گِر گئے
بند سب روحانیت کے فیض کے چشمے ہوئے
آہ! وہ اسلام جو سرسبز اور شاداب تھا
چشمۂ آبِ بقا[1] کے فیض سے سیراب تھا

---

[1] مراد قرآن مجید

سینچا تھا خون سے جس کو حجازی باغباں[1]

رحمۃ للعالمین، زینت دہ کون و مکاں

جس کو آنحضرتؐ کی عشق و سوز میں ڈوبی دعائیں

دے گئیں وہ نور جس سے مہر و مہ آنکھیں چھپائیں

جس کی خوشبو نے دماغوں کو معطّر کر دیا

نور روحانی نے دنیا کو منوّر کر دیا

جو گلستاں تھا زمانے میں حسین و پُر بہار

اور دشمن کے مقابل ایک مستحکم حصار

اُس کی دیواروں میں رخنے ہیں، منڈیریں سوگوار

اُس میں بھولے سے نہیں آتی کبھی بادِ بہار

اُٹھ گیا ہے دل سے لوگوں کے اخوّت کا خیال

عفّت و عصمت ہے پژمردہ حمیّت پائمال

ٹال دیتے ہیں جواں ماں باپ کے فرمان کو

بیچتے ہیں کوڑی کوڑی کے لئے ایمان کو

---

[1] حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اُڑ گئی غیرت دِلوں سے مٹ گیا جوشِ جہاد
جذبۂ اِصلاح گُم ہے اور غالب ہے فساد
بزمِ مُسلم میں وہ اب رنگیں ترانے ہی نہیں
وہ حجازی رُعب و شوکت کے زمانے ہی نہیں

بعثت اور ماموریّت کا اعلان

تھا حضور پاک کے دل میں بھی یہ وہمِ قدیم
آسمانوں پر ہیں زندہ حضرت عیسیٰؑ مقیم
ہونگے وہ قبل از قیامت صاحب عزم و عمل
اُن کی دہشت سے لرز جائینگے سب دشت و جبل
اور بقول دیگراں اسلام کو پھیلائیں گے
پھر بزور سیف اپنی عظمتیں منوائیں گے
انتظامِ خالقِ اکبر مگر کچھ اور تھا
خالقِ آفاق کو مدِّ نظر کچھ اور تھا
چُن لیا تھا آپ کو اُس نے زمانے کیلئے
مہدیٔ موعود اور عیسےٰ بنانے کیلئے

مرضیِ اقدس یہ تھی خلّاقِ خاص و عام کی
خود ہی جڑ کاٹے مسیحِ وقت اِن اوہام کی
سِلسلہ الہام کا پھر اِس طرح جاری ہُوا
ہم[1] نے تجھ کو اس زمانے کا مجدّد چُن لیا

---

[1] تب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو چُن لیا اور فرمایا:۔ "یَا اَحْمَدُ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ۔ اَخْتَرْتُکَ لِنَفْسِیْ۔ اِنَّا جَعَلْنٰکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ۔ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ۔ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ فَاَجَآءَھَا الْمَخَاضُ اِلٰی جِذْعِ النَّخْلَۃِ۔ اَلْفِتْنَۃُ ھٰھُنَا فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُو الْعَزْمِ۔ وَنُمَزِّقُ الْاَعْدَآءَ کُلَّ مُمَزَّقٍ۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُوْحِیْ اِلَیْھِمْ مِنَ السَّمَآءِ۔ یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ وَیَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ مَیں اپنی چمکار دکھلاؤنگا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ تیرے لئے میرا نام چمکا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کردیگا۔ لَکَ نُرِیْ اٰیَاتٍ وَنَھْدِمُ مَا یَعْمُرُوْنَ۔ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ۔ اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَۃً وَلَا نُبْقِیْ لَکَ مِنَ الْمُخْزِیَاتِ ذِکْرًا۔ I will give you a large party of Islam.

(باقی صفحہ ۵۸ پر)

یہ صدی ہے چودھویں اور تُو ہے وہ ظلِّ رسولؐ
جسکا قرآں اور حدیثوں میں بھی ہے ذکرِ نزول
اُٹھ اور اَب اعلان کر دے، مَیں ہوں مامورِ خُدا
میری بیعت کا ہے سب پر فرض عائد ہو گیا
تم مجھے تسلیم کر کے سب عذابوں سے بچو
حق کی خوشنودی اگر چاہو مری بیعت کرو
وہ خدا تُم پر کرے گا نازل اپنی برکتیں
نیک بندوں کے لئے جو ہیں مقدّر نعمتیں

بقیہ * حاشیہ صفحہ ۵۷ :- مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا۔ خدا تیرے سب کام درست کردے گا۔ اور تیری ساری مرادیں تجھے دیگا۔ مَیں تجھے بہت برکت دونگا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اِنِّیْ مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ وَمَعَ کُلِّ مَنْ اَحَبَّکَ ۔ یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۔ حُکْمُ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ لِخَلِیْفَۃِ اللّٰہِ السُّلْطَانِ ۔ یُؤْتٰی لَہٗ الْمُلْکُ الْعَظِیْمُ وَتُفْتَحُ عَلٰی یَدِہٖ الْخَزَائِنُ ۔

لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ہ

قومیں اس اقدام پر بدظنّیاں پھیلائینگی
اور تمہیں نابُود کرنے کے لیئے تُل جائیں گی
تُم پہ الزاماتِ بے جا بھی لگائے جائیں گے
ہر طرح سے پیروِ مہدی ستائے جائیں گے
کام لینا ہے تمہیں لیکن بڑے ہی ضبط سے
جس طرح سب پیروانِ انبیاء کرتے رہے
خائب و خاسر کرے گا اُس کو ربِّ ذوالجلال
دیکھنا چاہیگا جو تیرے ارادوں کا زوال
اور تری تائید میں آئیں گے پیہم زلزلے
اُن کے عالی قصر یکدم منہدم ہو جائیں گے
تیری سُبکی کرنیوالوں سے مَیں لُوں گا انتقام
زلزلے، طاعون، بس کر دینگے سب قصّے تمام
مَیں نے بھیجا ہے تجھے مَیں خود تری نصرت پہ ہوں
چاہتا ہوں دیں کو تیرے ہاتھ سے تازہ کروں
تیری نصرت کے لئے فوجِ ملائک آئے گی
قوم جو چاہے گی رُسوائی تری مٹ جائے گی

جب یہ الہامات کا اِک سلسلہ جاری ہُوا
اپنی کمزوری کا حضرت کو خیال آنے لگا
ہو چکا تھا دا مگر الہامِ ربّانی کا باب
آتی تھی آواز "تیرا ہو چکا ہے انتخاب"

ؔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ جب اس امانت کے اٹھانے کے بارے میں احمدؐ کا یہ حال ہے تو غلام احمدؐ کا اس بارے میں جو حال ہو سکتا ہے وہ عیاں ہے۔ چنانچہ آپ نے معذرت کی مگر خدا تعالےٰ نے آپ کو زبردستی جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہیں "اس بارے میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی۔ کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تُو ہی ہے۔ اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے۔ اور زمین و آسمان دونو میری تصدیق کے لئے کھڑے ہوگئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کرتے ہوئے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنیوالا مَیں ہی ہوں۔ اور قرآن شریف کی قطعیۃ الدلالت آیات اور نصوص صریحہ حدیثیہ نے مجھے اِس بات کیلئے مجبور کر دیا کہ مَیں اپنے تئیں مسیح موعود مان لُوں۔ میرے لئے یہ کافی تھا کہ وہ میرے پر خوش ہو۔ مجھے اس بات کی ہرگز تمنّا نہ تھی۔ مَیں پوشیدگی کے حجرہ میں تھا اور مجھے کوئی نہیں جانتا تھا اور نہ مجھے یہ خواہش تھی کہ کوئی مجھے شناخت کرے۔ اُس نے گوشۂ تنہائی سے مجھے جبراً نکالا۔" (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۹) اس کام پر مامور کر دیا اور آپ کو یہ بارگراں اُس یارِ یگانہ کی خاطر اٹھانا پڑا۔ منہ

آخر اعلانِ پیامِ لامکاں کرنا پڑا
باخبر جس سے ہُوا اچھا، بُرا، چھوٹا بڑا
مصطفٰےؐ کی پیشگوئی ہوگئی ہے بار ور
دیکھ لو بے دینیاں دنیا میں ہیں کس زور پر
مَیں ہُوا ہوں اِس لئے نازل کہ بدعت کو مٹادُوں
اور سب ادیان پر اسلام کا سکّہ جمادُوں
وہ کہ جن کو مذہبِ حق سے رہا ہو اجتناب
ہوں وہ میرے ہاتھ پر ایمان لاکر کامیاب
مرچکے حضرت مسیحِ ناصریؑ مدّت ہوئی
تم نے قرآں کے معانی پر توجہ ہی نہ کی
دیکھو فرقاں میں تمہاری بات کی تردید ہے
اِک نہیں تلیثؔ آئتوں میں میری ہی تائید ہے
ہو رہے ہو وہم و گمراہی میں کیوں تم مبتلا
جب خدا خود اس پہ شاہد ہو رہا ہے بَرملا
مذہبِ اسلام کو اعلیٰ سمجھنا فرض ہے
مصطفٰےؐ کو سیّد و مولا سمجھنا فرض ہے

بس اُسے تسلیم کر لینے سے ملتی ہے نجات
بالیقیں میرے محمدؐ ہیں شفیعِ کائنات
مَیں وہی گوپال ہوں جس کا ہے ہندو منتظر
حکمِ مولا سے ہوں آیا رُوپ میں عیسےٰؑ کے پھر

اضطراب

یہ وہ دعویٰ تھا کہ سب تھرّا گئے دیوار و در
آتشِ بدعت کے ٹھنڈے پڑ گئے سارے شرر
سبحہ و زنّار کے شیدا، یہ مُلّا بے عمل
سٹپٹا اُٹھّے گیا تقدیر کا پانسہ[1] بدل
ہاتھ سے اب وہ مزعفر روٹیاں جانیکو تھیں
آئے دن کے شرک، بدکرداریاں جانیکو تھیں
ان کے افعال و مشاغل میں کمی پیدا ہوئی
محفلِ عیش و طرب میں برہمی پیدا ہوئی
ہر کسی کو کفر کے فتوے لگانے کا خیال
دل میں گندی آرزوئیں، رُخ پہ آثارِ ملال

[1] محاورہ پانسہ پلٹنا ہے۔ مگر ضرورتِ شعری کی وجہ سے ایسا لکھا گیا ہے۔ ثاقب

ڈٹ گیا حضرت کے جھٹلانے پہ ہر فردِ بشر
پر ہوا رُعب جری اللہ سے زیر و زبر
دل کے اندھے ہیں، یہ کیا دیکھیں صراطِ مستقیم
عاقبت میں وقف ہے ان کے لئے نارِ جحیم

ایک کشف[1]

(حضرت عبد اللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت آپ کی صداقت پر)

دِل پہ طاری ہے پریشانی جگر ہے پاش پاش
سینۂ محزوں پہ کچھ معلوم ہوتی ہے خراش
انبیاء[2] کے وارثوں کی آئے دن کی شورشیں
برخلافِ مہدیٔ موعود گندی کوششیں

---

[1] "ایک نور آسمان سے قادیان کی طرف نازل ہوا۔ مگر افسوس کہ میری اولاد اس سے محروم رہے گی۔"

[2] انبیاء کے وارثوں سے مراد آجکل کے شکم پرور علماء ہیں۔ ثاقب۔

یاد آجاتی ہیں جب بڑھتا ہے دل کا اضطراب
اور کر دیتا ہے پھر اُن کی ضلالت بے نقاب

مہدیٔ موعود وہ تھا جس کی آمد کی خبر
شوقِ دل سے دے چکے تھے سب مجدّد پیشتر

انتظارِ دید میں جس کے نگاہیں تھک گئیں
ہر کسی کے دل میں تھی جس کیلئے خواہش مکیں

کاش وہ بھی ہوتا اِس عہدِ مبارک[۵۱] کے قریں
جس میں ہوگی مذہبِ اسلام کو فتحِ مبیں

جب ہوا نازل تو یہ کم فہم اور کمزور دل
ہے گروہ خاص جن کا عالموں پر مشتمل

دینِ احمد کی جمالی شان سے گھبرا گئے
دیکھتے ہی مہدیٔ موعود کو ٹھکرا گئے

ملحد و دجّال کے فتوے لگائے پے بہ پے
اور حضورِ پاک کی تکذیب پر سب تُل گئے

---

۵۱ دورِ مہدیٔ موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام۔

دوسری جانب مگر اخلاصِ قلبی دیکھئے
نیک رُوحیں کِسقدر بے تاب ہیں اُس کیلئے

نُور چمکا بھی نہیں اور وہ ہیں بے تابِ جمال
کر رہے ہیں اپنی محرومی پہ اظہارِ ملال
اِس سے بڑھ کر کیا ہو حضرت کی صداقت کا نشاں
کر رہا ہے ایک مُلہم کشف یوں اپنا بیاں

قادیاں میں ہوگا نازل ایک نُورِ لَم یزل
جس سے آئیگا نظامِ معصیت میں اِک خلل

مَیں مگر اُس نُور کے دیدار سے محروم ہوں
میری خوش بختی نہ کیوں اتنی ہوئی، مغموم ہوں

اِس سے بڑھ کر رنج ہے مجھ کو مری اولاد کا
جو نہ تھامے گی کبھی یہ دامنِ صدق و صفا

نُصرت جہاں بیگم[1]

معیّن وقت پر خالق نے پھر سازِ حسیں چھیڑا
محبّت اور اخوّت کے ہوئے نغمات سے پیدا
چھٹے ظُلمت کے بادل، مہرِ حق بالائے بام آیا
زمیں والوں کو پھر سے نُور و رحمت کا پیام آیا
نِدا آئی جہاں میں پھر ہمارا پہلواں آئے[2]
جہاں والوں کو جو اسلام کے آداب سکھلائے
مٹائے جا کے ہر گُلکاریٔ شرک و توہّم کو
بدل دے زہرِ خنداں سے جو تثلیثی تبسّم کو

---

[1] "نصرت جہاں بیگم" یہ نظم جسکی لفظاً سند نہیں ہے اور جو ایک دوسری بحر میں لکھی گئی ہے محض چند الہامات کو واضح طور پر بیان کرنے کے لئے حضرت عرفانی صغیر مرحوم کی خواہش پر کتاب میں شامل کر رہا ہوں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے انہوں نے اس نظم کو اپنی آخری تصنیف "سیرۃ ام المومنین اطال اللہ بقاءہا" میں بھی جگہ دی تھی۔ خدا اس عاشقِ خاندانِ مسیح موعودؑ کو جنّت الفردوس عطا فرمائے آمین۔ [2] مصلح۔ جری اللہ

جہاں کو خوابِ غفلت سے جگانا کام ہو جس کا
ہر اک شے کو مٹا کر پھر بنانا کام ہو جس کا

چناؤ میں محمدؐ کا جواںؑ سب سے پسند آیا
یقیناً ایسے مشکل وقت میں تھا چاہیئے ایسا

جمالی شان کے ہتھیار سے آراستہ کر کے
نگاہوں میں، جگر میں، دل میں، نورِ ایزدی بھر کے

فرشتوں کو دیا یہ حکم بس اک بار پھر جاؤ
رفیق ایسا ہمارے رازداں کے واسطے ڈھونڈو

جو یکتائے زمانہ ہو رحیمی اور کریمی میں
جہاں بھر میں بدل نہ مل سکے جس کا حلیمی میں

ہو دل معمور جس کا جذب و دردِ غمگساری سے
ہے اس کو کھیلنا سارے جہاں کی بیقراری سے

ہمارے دین پر جو جان تک دینا روا جانے
بُروں کا جو بھلا چاہے، بُروں کو جو بھلا جانے

ؑ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل متبع حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام۔ منہ

زمانے کے مصائب کو دُعا و صبر سے جھیلے
فلک کی گردشوں کی یورشوں سے ناز سے کھیلے

ہم اُس کو اپنی شفقت کا بھرا ساغر پلائینگے
ہم اُس کو اِس جہاں کے واسطے رحمت بنائینگے

خدیجہؓ کے مقدس نام سے اُس کو ضیاء دینگے
اُسے اِس دَور کے سب مومنوں کی ماں بنا دینگے
فرشتے سُن کے اِس ارشاد کی تعمیل کو دوڑے
جھپک میں آنکھ کی، دنیا سے خوش اور شادماں لوٹے

۱؎ آپ کا الہامی نام بموجب الہام "اشکر نعمتی رأیت خدیجتی" یعنی تو میرا شکر کر کہ تُو نے میری خدیجہ کو پایا (براہین احمدیہ ص۵۵۸) حضرت اقدس علیہ السلام نے خود اِس الہام پر لکھا۔ "یہ ایک بشارت کئی سال پہلے اِس رشتہ کی طرف تھی جو سادات کے گھر میں دلّی میں ہُوا۔ اور خدیجہ اس لئے میری بیوی کا نام رکھا کہ وہ ایک مبارک نسل کی ماں ہے جیسا کہ اسجگہ بھی مبارک نسل کا وعدہ تھا اور نیز یہ اس طرف اشارہ تھا کہ وہ بیوی سادات کی قوم سے ہوگی۔
اِس سلسلہ میں ایک یہ بھی الہام ہُوا "الحمد للہ الذی جعل لکم الصّھر والنسب" اور پھر یہ الہام ہُوا:۔
"ہرچہ باید نوعروسے را ہماں ساماں کنم ؎ وانچہ مطلوب شما باشد عطائے آں کنم"

سروں کو خم کیا اور التجا کی! ملجا و ماویٰ!
ترے لطف و کرم سے مل گیا ہے وہ دُرِ یکتا

ہے جس کے حال پر تیرے کرم کی بارشِ پیہم
وہ تیری بہتریں تخلیق ہے نصرت جہاں بیگم

خدا کو یہ چناؤ بھی فرشتوں کا پسند آیا
بنا کر اِس جہاں میں اُس کو اُمّ المومنیں بھیجا
خدا اس ماں کو ہم سب سے زیادہ زندگی بخشے[۵۱]
جہاں جس سے مزیّن ہے، وہ اس کو ہر خوشی بخشے[۵۲]

کہ جس کے بطن سے محمود[۵۳] سا گوہر ہُوا پیدا
مِرا ھادی، مِرا آقا، مِرا رہبر، ہُوا پیدا

۵۱، ۵۲ آمین ثم آمین

۵۳ حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمدؓ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود

حضرت نورالدین[۱] خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ

لائے گلفام بھر کر جام میں لا ساقیا
آج سب معجز نمائی کام میں لا ساقیا
نور کا ساغر مِلا ہونٹوں سے کچھ تسکیں مِلے
دُور ہو وحشت جو اِک جامِ سرورِ آگیں ملے
مَے وہ دے جس سے مِری معجز بیانی ہو فزوں
ہو زباں شستہ طبیعت کی روانی ہو فزوں
آج ظاہر کر وہ اندازِ تکلّم اَے زباں
ششدر و حیران رہ جائے ہر اک شیوا بیاں
خوبیٔ بندش پہ خود حُسنِ بیاں قربان ہو
سُننے والوں کے دماغوں میں بپا ہیجان ہو

---

[۱] آپ کا مولد شہر بھیرہ ضلع شاہ پور تھا۔ آپ قریشی الاصل حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی نسل میں سے تھے۔ مصنف

ہر طرف تحسیں کے نعرے ہوں تو ہر سُو آفریں
بیٹھ جائے دل میں اندازِ بیانِ دلنشیں
جَڑ نہ جاؤں میں کہیں کوئی نگینہ بے محل
آئے آخر تک نہ اسلوبِ فصاحت میں خلل
انگبیں سے بھی زیادہ ہو معانی کی مٹھاس
دیکھکر بے تاب ہو جائیں جنہیں لذت شناس
وہ روانی ہو طبیعت میں سمندر رشک کھائے
دیکھ کر تخییل کی رفعت فلک بھی مُنہ چھپائے
آج لکھنا ہے مجھے رنگیں بیانِ نورِ دیں
چاہتا ہے ذہن سَیرِ بوستانِ نورِ دیں
چشمۂ علم و عمل وہ منبعِ جود و سخا
جس کا ہر انداز لاثانی تھا بس بُوبکرؓ سا
راہِ مولےٰ میں لٹایا جس نے سب مال و منال
جس کا لاثانی توکّل اور تواضع بے مثال
وہ مسیحِ وقت کی قلبی دعاؤں کی مُراد
پیکرِ علم و عمل تمثالِ ایثار و جہاد

جس نے ہر طالب کے دل میں نورِ قرآں بھر دیا
دین کو تھا جس نے دُنیا پر مقدّم کر دیا
دیکھ سکتا تھا نہ جو کمزوریِ اسلام کو
جس کی سیرت میں نہ تھے بغض و تکبّر نام کو
جس نے ماں کی گود میں قرآن کو ازبر کیا
اور کلامِ پاک کے عُقدوں کو افشاء کر دیا
وہ معارف کا ذخیرہ، واقفِ اسرارِ دیں
وہ حقائق کا خزانہ، اور امیر المومنیں
وہ جو بولے تو زباں سے گوہرِ حکمت جھڑیں
تشنۂ علم و ہدیٰ دامن اُمیدو ںکے بھریں
نخبتہ الابرار، وہ علم و فصاحت کی زباں
زبدۃُ الاخیار، وہ صبر و قناعت کی دُکاں
وہ ذکیّ الذہن یکتائے زمانہ اور متیں
دین کے خدّام کا سردار، اور یکتا امیں
جو مسیحِ وقت پر سو جان سے قربان تھا
دین کی خدمت ہی جس کا دین اور ایمان تھا

دین پر قرباں جس کے ننگ و ناموس و وطن
دین کی عظمت کی خاطر وقف جس کے تن بدن
جس کی ہر اک بات میں تعلیم قرآں کی جھلک
راز دار آنکھوں میں جسکی ایک روحانی چمک
جس نے سنتے ہی مسیحِ وقت کی آواز کو
جان بھی سونپی خدائے پاک کے ہمراز کو
چاہتا ہوں آج اُسی کا واقعہ کرنا بیاں
قادیاں میں آ پہنچنے کی نرالی داستاں

سفرِ قادیان اور قیامِ دائمی!

قابلِ صد ناز ہے ثاقبؔ یہ بھیرے کی زمیں
جس میں چمکا نورِ دیں سا بے بہا رنگیں نگیں
جب مسیحِ وقت کے دعوے سے ہلچل مچ گئی
اور فتوے کفر کے برسا رہے تھے مولوی
جب صدائیں تھیں اُسے برباد کرنے کی بلند
پھینکتے تھے مولوی کفر و ضلالت کی کمند

بس یہی میدان میں آئے تھے ایسے وقت میں
خدمتِ دیں کی تھیں اُنکے دل میں لاکھوں خواہشیں
خط معاً لکھا حضورِ پاک کی تصدیق کا
اِس طرح حاصل خُدا کی سب سے پہلے کی رضا

ایک مدت بعد بیعت کے جنابِ نورِ دیں
ہو چکا تھا جن کو مہدی کی صداقت کا یقیں

جن دنوں بھیرے میں خود بنوا رہے تھے اِک مکاں
اِک ضرورت سے ہوئے لاہور کی جانب رواں
دل میں یاں لینے لگا شوقِ زیارت چٹکیاں
چل دئے لاہور سے اور آن پہنچے قادیاں

ذوقِ عرفاں سے یہاں دل آپ کا سرشار تھا
آپ تھے، دارالاماں تھا، اور جمالِ یار تھا

بزمِ احمدؑ کے ترانے ہی کچھ ایسے راس آئے
دُوریٔ محبوب کے ارماں نہ دل کے پاس آئے
کچھ دنوں کے بعد جب حضرت نے کچھ بھانپا نہیں
دین کی خدمت کے قابل سر بسر پایا انہیں

یُوں کیا ارشاد میں یہ دیکھتا ہوں آپ میں
دین کی جانب ہیں مائل سب دماغی قوتیں
آپ اپنا سب کُتب خانہ یہیں منگوائیے
بال بچّوں کو بھی اپنے پاس ہی بلوائیے
آپ کو اس حکم کی تعمیل میں کیا عذر تھا
جب کہ پورا ہو رہا تھا اپنے دل کا مدّعا
دم زدن میں ایک خط لکھ کر روانہ کر دیا
روک دی تعمیر، بچوں کو وہیں بلوا لیا

قادیاں میں آپ آئے اور ایسے کھو گئے
واپسی کے عزم سب نذرِ عقیدت ہو گئے

بارہا عُہدوں کے لالچ اور عظمت کے پیام
آئے جموّں[1] کی ریاست سے بصد شوق و سلام
آپ نے پروائے سیم و زر نہ لیکن کچھ بھی کی
اور اپنی زندگی راہِ خدا میں بیچ دی

[1] ریاست جموّں جہاں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ بطور شاہی حکیم کام کیا کرتے تھے۔ مصنف

مرزا محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ[1]

اے کہ تیرا نام وجہِ انبساطِ کائنات

اے کہ تیری ہر صدا تفسیرِ عنوانِ حیات

تیری سانسیں ہیں اولوالعزمی کا اِک رنگیں سبق

تیری تقریریں کتابِ زندگانی کے ورق

ہے بجا تجھ کو اگر کہدوں میں نبّاضِ قلم

چونک اٹھتے ہیں کہ جس کے خواب سے طبل و علم

دین کی خدمت یہ تیری ذرّہ ذرّہ ہے گواہ

تُو نے ہی کی کُفر کی بُنیاد پامال و تباہ

---

[1] حضرت امیر المومنین میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود اطال اللہ بقاءہ و الملح شموس طالعہ

نوٹ :- لکھتے لکھتے جب میں یہاں پہنچا تو خوبئ قسمت نے خلافت سلور جوبلی کی تقریب سعید آگئی - لہذا میں نے اشارۃً دو ایک شعر اس مبارک تقریب کے متعلق بھی عرض کئے ہیں - ثاقب

اے امیرِ کارواں، اے احمدیّت کے وقار
تیری ہستی ہی سے ہے مِلّت کا رعب و اقتدار
تیری ہستی پر زمینِ قادیاں کو ناز ہے
قادیاں تو کیا زمین و آسماں کو ناز ہے

تیری ہمّت کا نشاں کشمیر[1] کی رنگیں فضا
کر دیا تھا جس میں تُو نے اک تلاطم سا بپا
اَوج سے تیرے تحیّر میں ہے بزمِ روزگار
پیرِوؤں کو تیرے ہے تیرے اِرادوں کا وقار

اِس میں کیا شک ہے کہ تُو ہی ہے وہ فرزندِ بلند
جس کی نسبت پیشگوئی تھی گرامی ارجمند

تیرا نازل ہونا مولےٰ کے اُترنے کا نشاں
جس کی آمد کی گواہی دے چکا تھا آسماں

---

[1] مسلمانانِ کشمیر کو حکومت کے تشدد سے نجات دلانے کے لئے مسلمانانِ پنجاب کی طرف سے جو کمیٹی بنائی گئی تھی حضور ایدہ اللہ تعالےٰ اس کے صدر تھے۔ (مصنّف)۔

جس کی آمد ہے ظہورِ شوکت و شانِ خُدا
جس کو مولا نے رضا کے عِطر سے خوش بو کیا
سب دلوں پر آج ہیں شادابیاں سی حکمراں
تیرے زرّیں کارنامے گا رہا ہے آسماں
آج تیری قوم تیرے جشن سے ہے شادماں
کس طرح پھولی سمائے اَب زمین قادیاں
اُس کے دولہا نے منایا آج جشنِ جوبلی
کیوں نہ ہو اُس پر مسرّت کی گھٹا چھائی ہوئی

ہے دُعا ثاقبؔ کی، تجھ کو ہو عطا عُمرِ دَراز
تیری نصرت پر رہے پروردگارِ بے نیاز
خائب و خاسر رہیں تیرے عدوِ بد شعار
دن تری خوشیوں کے ہم آنکھوں سے دیکھیں بار بار

—— آمین ——

یا ربّ العالمین

مرکزِ احمدیّت

(شاعرِ احمدیّت کا گیت)

اے قادیاں دارالاماں!
اونچا رہے تیرا نشاں

عرفان و حکمت کی مچلتی آبشاروں کے وطن
اخلاق اور ایمان زا روشن بہاروں کے وطن
اے مصطفٰےؐ کے دیں کے سچّے جاں نثاروں کے وطن
تیری شجاعت کے ترانے گا رہا ہے آسماں
اے قادیاں دارالاماں! اونچا رہے تیرا نشاں

تیرا ہر اک پیغام ہے معمورِ نُورِ زندگی؛
تیری نواؤں سے برستا ہی سُرورِ زندگی
ظلمت کے ماروں کیلئے بے مثل طورِ زندگی

تیرا ہر اک جلوہ ہے پیغامِ بہارِ جاوداں
اے قادیاں دارالاماں! اونچا رہے تیرا نشاں

ہر اک زباں پر آج ہے بنیاب افسانہ ترا
ہے مرجعِ اقوامِ عالم آج مے خانہ ترا
فرزانگی پر چھا گیا اٹھا جو دیوانہ ترا

ہر دوڑ میں ہر راہ میں آگے ہے تیرا نوجواں
اے قادیاں دارالاماں! اونچا ہے تیرا نشاں

پھر چہرۂ اسلام پر نورانیت سی آگئی!
حق کھل اٹھا اس شان سے باطل کی کلی مرجھا گئی
ہر قول پر، ہر فعل پر، یزدانیت سی چھا گئی

المختصر تو نے بدل ڈالے ہیں اندازِ جہاں
اے قادیاں دارالاماں! اونچا ہے تیرا نشاں

دشمن تری روحانیت کی تاب لا سکتا نہیں
اس شمعِ نورانی کو پھونکوں سے بجھا سکتا نہیں
باطل پہ اتنے ٹھاٹھ سے اب کوئی چھا سکتا نہیں

یہ تو ہے جس کے نور سے حیران ہیں تاریکیاں
اے قادیاں دارالاماں! اونچا ہے تیرا نشاں

فردوس کو تیری بہاروں میں بسایا جائیگا
چنگاریوں کو دے کے تُو شعلے بنایا جائیگا
اقصائے عالم میں ترا ہی گیت گایا جائیگا

وہ دن نہیں ہیں دُور کچھ از فضلِ ربِّ دوجہاں
اے قادیاں دارالاماں! اونچا رہے تیرا نشاں

باب دوم

دعوے کے بعد کی زندگی
خدّام سے سلوک
دشمنانِ احمدیّت کی شورشیں
مقابلے
مباہلے
معجزے

شکم پرور عُلماء

اَب بھی ثاقب جب وہ منظر یاد آتا ہے کبھی
اشک بھر آتے ہیں مُرجھا جاتی ہے دل کی کلی
ایک دُھندلا سا تصوّر شوکتِ اسلام کا
اور دینِ مصطفےٰ کی عظمت و اِکرام کا
رات کی تنہائیوں میں جب یہ آتا ہے خیال
تھام لیتا ہوں کلیجہ غیر ہو جاتا ہے حال
تھے کبھی وہ دن، کہ لہراتا تھا اِسلامی علَم
لیکن اَب ہے ضُعف دینِ مصطفےٰ کو دمبدم
غیر کی نظروں میں جو بھی شان تھی، جاتی رہی
اپنے ایمانوں میں جو بھی جان تھی، جاتی رہی
حیف یہ اسلام والے[1] کِس قدر مغرُور ہیں
بادۂ غفلت سے ظالم کِسقدر مخمور ہیں

---

[1] علمائے اسلام مراد ہیں۔

اپنے فرضِ منصبی کا چھوڑ بیٹھے ہیں خیال
ضعفِ دیں کو دیکھ کر ہوتا نہیں اِن کو ملال
خود ستائی، خود نمائی، اِن کا شغلِ اوّلیں
خاکساری بھول کر بھی پاس تک بھٹکی نہیں
رات دن فتویٰ فروشی سے انہیں بس کام ہے
ہیں یہ کافر دل، مسلماں تو فقط اک نام ہے
چند چپڑی روٹیوں پر بیچ دیتے ہیں ضمیر
پھر بھی ہیں وارث نبی کے، پھر بھی ہیں قوموں کے پیر
جس جگہ جھگڑا کرانا ہو انہیں لے جایئے
جس جگہ ہُلّڑ مچانا ہو انہیں لے جایئے
دو مسلماں ہوں جہاں یہ اُن میں ڈالیں بُغض و کیں
بھائی سے بھائی کا مِلنا ان کا مشرب ہی نہیں
اِس پہ طُرّہ ہے کہ یہ مذہب کے ٹھیکیدار ہیں
ظاہرا ہیں نیک، باطن میں مگر غدّار ہیں
غیر گر پُوجے بتوں کو وہ تو کافر بالیقیں
وہ کہے گر دو خدا ہیں حق پہ ہو سکتا نہیں

ہاں! انہیں سب کچھ ہے جائز، انکو سب کچھ ہے روا
جس کو جو چاہیں بنا دیں دن دہاڑے، بَرملا
حضرتِ عیسیٰؑ کو گر چاہیں فلک پر دیں بٹھا
جتنا جی چاہے ائمہ کا بھی دیں رُتبہ بڑھا
دن دہاڑے نیک بختوں کی عقیدت لُوٹ لیں
مقبروں پر بیٹھ کر ایماں کی دولت لُوٹ لیں
ان کے ایماں میں خلل آیا، نہ ہرگز آئے گا
جتنا یہ اُس کو گھٹائیں گے وہ بڑھتا جائے گا
پُوچھ بیٹھے اِن سے کوئی گر کبھی اہلِ نظر
عقل کیسے مانے عیسےؑ ہیں ابھی تک چرخ پر[1]
یہ پکار اُٹھّیں گے فوراً، لو یہ مرزائی ہُوا
بولنا اِسلام میں اِس سے نہیں ہرگز رَوا[2]

---

[1] یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تمام حوائج انسانی سے بے نیاز آسمان پر جلوہ فگن مانتے ہیں۔
[2] ہمارا عقیدہ اس کے خلاف ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیگر انبیاء کی طرح فوت ہو گئے

جو کہے مرزا غلام احمدؑ کو مُصلحِ وقت کا
اُن کی نظروں میں وہ بس اسلام سے خارج ہُوا
کیونکہ پھر اُن کے مطالب کا تو وہ جاتا نہیں
اُن کی چکنی چُپڑی باتوں میں وہ پھر آتا نہیں
پھر وہ کہتا ہے کہ یہ عالم ہیں پکّے راہزن
ہیں یہ سب اسٹیج تک اِن کے نرالے بانکپن!
تم کبھی باتیں سنو لِلّٰہ مجھ گُمراہ کی
اِن کی نسبت پیشگوئی ہے رسولؐ اللہ کی
تیرہ باطن ہونگے سارے اِس صدی کے مولوی
ہوگی جن کے زُہد میں مکر د ریاء کی "چاشنی"
مُجھ سے سمجھو اِن کے خانہ زاد علمی مسئلے
دُور ہوتے جا رہے ہو کیوں مسیحِ وقت سے
ہیں یہی وہ مولوی جن کی یہ قیل وقال ہے
وارثانِ انبیاء بنتے ہیں، اور یہ حال ہے

---

[1] ہم احمدی حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی علیہ السلام کو مسیح موعودؑ اور مہدی معہودؑ مانتے ہیں۔
[2] سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے۔ "عُلَمَآءُھُمْ شَرٌّ مَّنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَآءِ"

مذاہبِ عالم کا ایک شاندار اجتماع![1]

(انتخابِ خدا)

ڈھونڈتا ہے وہ خُدا اکملِ تریں انسان کو
علم و اخلاق و تمدّن میں حسیں انسان کو
جس کے دل میں دَرد ہو دینِ خُدا کے واسطے
جان ہو جس کی حبیبِ کبریا کیواسطے
جس کی دنیا کے نشیبوں پر رہے چشمِ عمیق
میکدے کا چاہیئے پیرِ مغاں مردِ خلیق
جس کا دل ہو دین و دُنیا کے لئے قندیلِ نُور
بادۂ عرفاں کا ہر دم جس کو رہتا ہو سُرور

---

[1] جلسہ مذاہب عالم جو اسلامیہ کالج ہال لاہور میں ۲۶-۲۷-۲۸ر دسمبر ۱۸۹۶ء منعقد ہوا - بحوالہ اشتہار ۲۱ر دسمبر ۱۸۹۶ء
جس میں حضور علیہ السلام کے لیکچر کی کامیابی کا اخباروں میں خوب چرچا ہوا -
وہ لیکچر اردو میں بنام "اسلامی اصول کی فلاسفی" اور انگریزی میں "Teachings of Islam"
کے نام سے شائع ہو چکا ہے ۔(مصنف)

ہاتھ تلواریں ہوں اور جس کی نگاہیں دوربیں
جو کبھی تن جائے تو تھرّا اُٹھیں اہلِ زمیں
منتخب کر کے اُسے دیتا ہے پھر نشو و نما
عارضی کو دائمی کی شان کرتا ہے عطا
ختم کر دیتا ہے پھر صبر و تحمّل کا کمال
اور بھر دیتا ہے دل میں ایک روحانی جلال
اُس کے رُخساروں پہ غازہ، اُس کی پیشانی پہ ضَو
قمقمے سب ماند پڑ جائیں پڑے جو اُس کی لَو
پھر بٹھاتا ہے ذہانت کی بلند اسٹیج پر
اُس کے کر دیتا ہے تابع گردشِ شام و سحر
علم کو اُس کے چڑھاتا ہے لدُنّی چاشنی
جس کے آگے دنگ رہ جاتے ہیں سب عالم ذکی
ہیچ ہو جاتا ہے دُنیا کا نظامِ عارضی
مچ کے رہ جاتی ہے بزمِ معصیت میں کھلبلی
دیکھئے اب غور سے علمِ لدُنّی کی مثال
ہے یہاں بھی دید کے قابل کمالِ ذوالجلال

جلسہ!

اِک دفعہ ایک ایسے جلسے کا ہُوا تھا انعقاد
جس کو رکھے گی ہمیشہ ہند کی تاریخ یاد
جس میں شرکت کیلئے ہر اِک کو دعوت دی گئی
آریہ عیسائی۔ کیا چکڑالوی۔ کیا احمدی
جلسہ یہ لاہور کی تاریخ میں بس ایک تھا
اُس میں ہر فرقے کا ہر اک مقتدا شامل ہُوا
بولنا تھا ہر نمائندے کو اِس عنوان پر
کونسا مذہب حقیقت پر ہے اور تابندہ تر
جس کو کہنا ہے بجا اعلےٰ تمدّن کی مثال
اور انساں کو سکھاتا ہے جو اخلاقِ کمال
ہر قدم پہ پیش کرتا ہے جو تعلیم حسیں
جس پہ چلکر ہوسکے ہر ایک کو کامل یقیں
حضرتِ اقدسؑ نے بھی جلسے میں پڑھنے کے لئے
جمع کچھ قرآن سے اسلام کے موتی کئے

یہ جواہر پھر تمام اجلاس کو حاصل ہوئے
سب مضامیں پر خدا کے حکم سے غالب رہے
کیونکہ تھا اِن کے لئے پہلے سے فرمانِ خدا[1]
آپ کا مضمون ہی ہوگا بلند و دِلکشا
خود نہ شامل ہو سکے جلسے میں مِلّت کے زعیم[2]
آپ کی جانب سے پہنچے حضرتِ عبد الکریم[3]

مضمون کے بعد

تھی عجب حالت جو مضموں مہدیٔ موعود کا
سب نمائندوں کو محفل میں سُنایا جا چکا

۱؎ حضور علیہ السّلام نے یہ اشتہار ۲۱ر دسمبر ۱۸۹۶ء کو شائع کیا۔ حضورؑ کو الہاماً بتایا گیا تھا کہ یہ وہ مضمون ہے جس کا غلبہ رہیگا۔ اور حضورؑ کو یہ الفاظ بآواز بلند سنائے گئے "اللہ اکبر خربت خیبر" اور پھر اس کے معاً بعد ہی حضور کو کشف میں الہام ہُوا۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَكَ اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْمُ اَیْنَ مَا قُمْتَ۔ خدا تیرے ساتھ ہے خدا وہیں کھڑا ہے جہاں تُو کھڑا ہو۔

۲؎ مراد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے۔

۳؎ حضورؑ کے معتمد صحابی حضرت مولوی عبد الکریمؓ صاحب سیالکوٹی جنہوں نے حضورؑ کا مضمون جلسہ میں پڑھ کر سُنایا۔

اِس قدر عالم تأثُّر کا ہُوا تھا بزم پر
ہر نمائندہ یہی کہتا تھا بے خوف و خطر

درحقیقت آپ کا مضموں ہی سب سے بلند سب کو ہے اسلام کا یہ فلسفہ دل سے پسند

سارے اخباروں میں اِس مضمون کا چرچا ہُوا
ہو گیا اِس راز سے آگاہ ہر چھوٹا بڑا

وہ یقیناً تھا خُدائی مملکت کا ہی سفیر
جس کا ہر نقطہ سناں تھا اور ہر اک لفظ تیر

اِس نشاں کو دیکھ کر کچھ نیک دل منصف نظر
جلد ہی ایمان لے آئے حضورؑ پاک پر

جو تھے حضرت کیلئے مدّت سے محوِ انتظار
اُن پہ یہ رازِ صداقت ہو گیا خوب آشکار

وہ خُدا کا ہاتھ تھا اور یہ خُدا کا رازداں!
اِس سے بڑھ کر اور ہو سکتا ہے کیا زرّیں نشاں

لیکن اِن ملّاؤں کے رخصت ہوئے ہیں عقل و ہوش ڈھونڈتے پھرتے ہیں تو موکا سکوں ملّت فروش

وارثانِ انبیاء ہیں، کفر سے بچتے نہیں
اِن کی نظروں میں خدا کے اولیاء جچتے نہیں

قتلِ لیکھرام[1]

آریہ جاتی کیلئے اسلام کی زندگی کا ایک روشن ثبوت

آریوں کی بدزبانی[2] جب گئی حد سے گذر
پھر مسیحِ وقت نے کی اس طرف بھی اِک نظر

---

[1] بدزبانوں کی روک تھام کیلئے یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جو قتل پنڈت لیکھرام آریہ مبلّغ کی شکل میں نہایت واضح طور پر وقوع میں آئی۔ [2] پنڈت جی کی بدزبانی کو لفظ بلفظ نقل کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ مگر اس خیال سے کہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ وہ کسدرجہ کی فحش کلامی تھی جس نے خدا کے غضب کو بھڑکا دیا اور مسیحِ وقت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بر سر پیکار ہونا پڑا پنڈت جی کے چند فقرات نقل کرتا ہوں۔ نقل کفر کفر نباشد:۔

سَرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت :۔ نسخہ خبط احمدیہ میں پنڈت لیکھرام جی لکھتے ہیں:۔

"لوٹ مار کرنے والوں میں سر آمد عرب۔ حقیقی عزت سے منزلوں دُور۔ عورتوں کا بڑا عاشق شہوت پرست دغا باز۔ دمبازی کی پھسلاہٹ کے ہنر میں لائق۔ معلّم دغا بازی۔ نفسانی خواہشوں کو عمل میں لانے کیلئے خدا کے احکام بنانے والا"۔ وغیرہ

اور پھر تکذیب براہین احمدیہ" میں پنڈت لیکھرام جی لکھتے ہیں:۔ کہ علی نامی پہلوان کو رازدار بنانے کے لئے اپنی بیٹی نکاح میں دیدی۔

قرآن مجید کی نسبت لکھتے ہیں:۔ (صفحہ ۹۳ پر دیکھو)

یہ سمجھتے تھے کلام اللہ کو اک فرضی کتاب
لغو باتوں کا پلندہ لائقِ صد اجتناب

مذہب اسلام پر الزام اُن کا کام تھا
اِک خیالِ خام اِن کے واسطے اِسلام تھا

دینِ احمدؐ کے ہر اک آئین سے تھا بُغض سا
اُن کی نظروں میں مسلماں کا خدا تک کب بچا

اُس نبیؐ پاکؐ کو مکّار بھی کہتے رہے
رہزنوں کا حامی و سردار بھی کہتے رہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۲ : قرآن مجید کی نسبت :۔ آدم کا قصہ الم علّم لاتسلم تمسخر آمیز داستان ایک قمار اور قمار باز چور بھی ایاک نستعین خدا سے مانگ سکتا ہے۔ پستانوں اور رخساروں کے سوا روحانی سرور کا نام ندارد وعدہ وعید کا تملق اور تعشق آمیز بیان۔

خدائے عزّوجل کی نسبت لکھتا ہے :۔ کمبھ کرن کی نیند سے بیدار نہ ہونے والا۔ محمد شاہ رنگیلے اور واجد علی شاہ کی طرح زچہ خانہ میں بیٹھا ہوُا تھا۔ جن فرشتوں نے خدا کا ڈولا اٹھایا ہوُا ہے اگر وہ کندھے سرکا دیں تو بتلاؤ خدائے محمدیاں کو کس غار میں گرا دیں اگر مر جاوے تو پھر مولا کون کہائے۔ جلاّد۔ ستمگار۔ ذابح بجاندار وغیرہ وغیرہ

(یہ جگر پاش کلمات پنڈت لیکھرام کی کتاب "خبط احمدیہ" اور "تکذیب براہین احمدیہ" سے نقل کئے گئے)

جس کی خاطر میرے مولیٰ نے جہاں[1] پیدا کیا

یہ زمیں، یہ دہر، اور یہ آسماں پیدا کیا

خشک ہو تعریف میں جس کی فرشتوں کی زباں

ہیں فضائل جس کے محبوبِ خدائے اِنس و جاں

مہدیٔ موعود نے محکم دیا ان کو جواب

"سُرمۂ چشم آریہ" سی بے بہا لکھی کتاب

اُن سے فرمایا کہ گر تم میں صداقت ہو تو آؤ

اپنے حق میں گر کوئی بُرہان رکھتے ہو تو لاؤ

وید سے قرآن کے آؤ فضائل جانچ لیں

اِک ذرا اُن کے معارف کا تقابل تو کریں

چاہتے ہو گر صداقت کا ہو تم پر انکشاف

سر جھکاؤ حق کے آگے چھوڑ دو لاف و گزاف

ہم خدائے پاک کی ہی بارگہ میں کیوں نہ جائیں

فیصلہ اس گتھی کا کیوں نہ خالق سے کرائیں

---

[1] لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ

جو زمانے بھر کے خُوب و زِشت کا مختار ہے
جو ہر اک شئے پر ہے حادی اور واقف کار ہے

ساری دنیا جان لیگی ہم میں سچّا کون ہے
کون اُس پر افتراء کرتا ہے، جھوٹا کون ہے

میں حقیقت پر ہوں اور ہے علمِ قرآں پائدار
اُس کا ہر نقطہ حقیقت میں ہے دُرِّ شاہوار

اور محمدؐ! اُس پہ میرے باپ ماں قربان ہوں
میرے قلب و روح، میرے جسم و جاں قربان ہوں

دونوں عالم کیلئے جو لایا رحمت کا پیام
جو تھا بدعت کیلئے ہر وقت سیفِ بے نیام

تھا خدائے پاک کا افضل تریں سچا رسول
اور خوش قسمت ہے وہ جس نے کیا اُسکو قبول

دیکھتے ہو مجھ پہ جو نورِ نبوّت کی رِدا
ہے اُسی محبُوب کے فیضِ اطاعت کی عطا

آریہ افسوس بے دینی کے قائل ہو گئے
رُوحِ بغض و افتراء کی سمت مائل ہو گئے

اُن کا اِک لیڈر مبلّغ بدزبان و بے لگام
آریہ جس کو کہا کرتے تھے پنڈت لیکھرام
وہ نِکل آیا مقابل پر خُدا کے شیر کے
مہدیٔ موعود پر الزام باندھے بے تُکے
بلکہ یُوں کہنے لگا وہ اے مسیحِ قادیاں
میری نسبت کیا نہیں ملتا نہیں کوئی نشاں
مَیں بھی تیری شان کو دیکھوں کہ آیا کیا ہے تُو
مجھ کو بھی معلوم ہو جائے کہ کیا سچّا ہے تُو
تیرا قرآں ہے فقط تیرے محمّد کا گماں
جس کو لایا ہے کوئی جبریل سا چِٹھی رساں
غیرتِ باری غضب میں آ گئی تکذیب پر
ہو گیا یکدم نظامِ عافیت زیر و زبر
بزمِ تسلیم و رضا میں مچ گیا کہرام سا
آسماں سے ایک خونی فیصلہ صادر ہُوا
جس کو یُوں موعود نے وحیِ خدا پا کر کہا
اے کہ اَب ناقابلِ برداشت ہے تیری جفا

تُو فقط بے جان گوسالہ ہے اور ہو گا تباہ
تجھ سے اب مشکل ہے مولا کے حبیبوں کا نباہ

؎ حضور نے خدا تعالیٰ کے الہام کے مطابق پیشگوئی فرمائی کہ لیکھرام قتل کے ذریعہ چھ سال کے اندر اندر اِس دُنیا سے کوچ کر جائیگا۔ اُس کے قتل کے لئے عید کے قریب کا دن ہو گا یعنی شنبہ کا دن۔ مسلمانوں کے گھر دو عیدیں ہونگی ایک جمعہ اور ایک عید اور اُس سے اگلے دن آریوں کے گھر دو ماتم ہونگے ایک یہ کہ اُن کا لیڈر مارا جائیگا اور دوسرے یہ کہ حضور علیہ السلام کی پیشگوئی پوری ہو کر اُن کا بطلان ثابت کر دیگی ؎

"الا اے دشمن نادان و بے راہ ؛ بترس از تیغ بُرّانِ محمدؐ"

کہ اے نادان و بے راہ دشمن! تُو کیوں محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار سے نہیں ڈرتا جو ٹکڑے ٹکڑے کر دیگی۔ یہ الہامی شعر ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو شائع ہوا۔ پنڈت مذکور کی نسبت دوسرا الہام ہے:۔ عِجْلٌ جَسَدٌ لَّهٗ خُوَارٌ لَهٗ نَصَبٌ وَعَذَابٌ یعنی تو گوسالہ سامری ہے اور اس کی مانند ہی ٹکڑے ٹکڑے کیا جائیگا۔ پھر حضور فرماتے ہیں:۔ "۲ اپریل ۱۸۹۳ء کو مَیں نے دیکھا کہ ایک قوی ہیکل مہیب شکل جس کے چہرے سے خون ٹپکتا تھا گویا وہ انسان نہیں ملائک شداد و غلاظ میں سے تھا۔ میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ اسکی ہیبت دلوں پر طاری ہوتی تھی۔ میں اسکو دیکھتا تھا کہ ایک خونی شخص کے رنگ میں ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا لیکھرام کہاں ہے، اور ایک اور شخص کے متعلق پوچھا۔ تب میں نے سمجھ لیا کہ یہ شخص ان دونوں کی سزا کیلئے مقرر کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو برکات الدعا مطبوعہ اپریل ۱۸۹۳ء) اسکے بعد ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو لیکھرام بذریعہ قتل اس جہان سے چل بسا۔

تیری قسمت میں سوا رنج و الم کے کچھ نہیں
تجھ کو لے ڈوبیں گے تیرے جذبہ ہائے بغض وکیں
آج سے چھ سال میں تجھ کو سزا مل جائے گی
رنگ یہ پیشین گوئی جلد ہی لے آئے گی
تیرے گھر میں ہوگا ماتم اور مسلمانوں کے عید
اور تیری جان نکلے گی بہ تکلیفِ شدید

راہ پر آیا نہ لیکن آہ! پنڈت لیکھرام
بد کلامی میں وہ بڑھتا جا رہا تھا صبح و شام

اُس کی پیشگوئی

کلیاتِ آریہ میں اُس نے پھر تکذیب کی
حضرتِ اقدس کی نسبت پیشگوئی بھی لکھی
جس میں لکھا زندگی تیری ہے بس دو تین سال[1]
بعد اِس کے تیری ذرّیت بھی ہوگی پائمال

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب "تکذیب براہین احمدیہ" صفحہ ۳۰۷ تا صفحہ ۳۱۱ اور کلیات آریہ مسافر" جس میں لکھا ہے کہ تین سال کے اندر اندر آپ کا خاتمہ ہو جائے گا اور آپ کی ذرّیت میں سے کوئی باقی نہ رہے گا۔

جلد بُجھ جائے گا بس تیرا چراغِ زندگی
اور مَیں دیکھوں گا اِن آنکھوں سے تیری بے بسی
الغرض بے غیرتی پنڈت نے کر لی اختیار
گالیاں نیکوں کے حق میں بک رہا تھا بے شمار
ظلمتِ عصیاں ہوئی جاتی تھی افزوں صبح و شام
ہو رہا تھا کِبر کا بندہ زیادہ بے لگام
گِھر کے آئے خوب ابرِ فحش گوئی چار سُو
حق و باطل ہو گئے آپس میں دونوں دُو بدُو
پھبتیوں کے پرچمِ شب رنگ لہرانے لگے
آریہ حضرت کی ہر اک بات جھٹلانے لگے

وقتِ آخر

آخرش وقتِ مقرر رفتہ رفتہ آ گیا
اپنی قدرت کا کرِشمہ حق نے دِکھلا ہی دیا
خوب جوہر تیغِ بُرّانِ محمدؐ نے دکھائے
اُس خُدا کے شیر کے جِتنے تھے دعوے جگمگائے

پنڈتِ موصوف کا تھا ایک خادم[1] معتبر
جس پہ رکھتا تھا ہمیشہ مہر و الفت کی نظر
ہر گھڑی ہر وقت رہتا تھا وہ اس کے ہمرکاب
اُس کی آنکھوں سے ٹپکتا تھا عجب قہر و عتاب
عزم یہ پنڈت کے دل میں جاگزیں تھا دیر سے
آریہ اُسکو بنا لے جس طرح بھی ہو سکے
ہاں اُسی خادم نے اک دن[2] جبکہ پنڈت لیکھرام
بالا خانے میں جمائی لے رہا تھا شاد کام
ایک ہی حملے سے خنجر کے کیا آنتوں کو چاک
اور یُوں اک بدزباں کا کر دیا قصّہ ہی پاک

---

[1] بعینہٖ وہی شخص جو حضورؑ کو خواب اور کشف میں دکھایا گیا تھا۔

[2] وہ دن بمطابق پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام عید کے دن کے ساتھ شنبہ کا دن تھا۔ عید جمعہ کو تھی۔ اِس طرح حضور علیہ السلام کا وہ اعلان واضح طور پر پورا ہُوا ؎

وَبَشَّرَنِیْ رَبِّیْ وَقَالَ مُبَشِّرًا ؎ سَتَعْرِفُ یَوْمَ الْعِیْدِ وَالْعِیْدُ اَقْرَبُ

جستجو!

سُن کے چیخیں پنڈتِ مذکور کی ماں آگئی
اور اُس خونی فرشتے کے تعاقب میں بڑھی
دیکھتے ہی دیکھتے آنکھوں سے وہ اوجھل ہُوا
ہے بیاں ماں کا کہ قاتل چھت پہ ہی گم ہو گیا
بات معمولی نہ تھی ہرگز کہ پنڈت لیکھرام
کا رکن سرکردہ جسکو مانتے تھے خاص و عام
قتل ہو جائے تو قاتل کی خبر کچھ بھی نہ ہو
شہریوں پر موت کا اُس کی اثر کچھ بھی نہ ہو

جُستجو قاتل کی ہر ممکن طریقے سے ہوئی
شہر کی مشکوک جگہوں کی تلاشی لی گئی

پاس کے دیہات تک کی خاک بھی چھانی گئی
کامیابی ہو نہیں سکتی تھی ناکامی ہوئی

جُستجو سے ایسے قاتل کا پتہ چلتا بھی کیا
وہ تو اِک خونی فرشتہ تھا خُدا کے قہر کا

مہدئ دَوراں کی پوری پیشگوئی ہو گئی
اور شرارت دیکھ کر بیّن صداقت کھو گئی

تُف ہے لیکن آریہ جاتی کہ تُو نے اِسپہ بھی
خادمانِ احمدِؐ مرسل کی کچھ پروا نہ کی

اِس سے واضح کیا نشاں تُجھ کو وہ دکھلاتا خدا
یہ تو تھا اُس خادمِ احمدؐ کا ادنیٰ معجزا

عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مہر و اُلفت میں تھا جو عکسِ محمدؐ سر بسر
عفو و رحمت میں بھی جو ثابت قدم آیا نظر
اَب اُسی کی زندگی کا دیکھئے اک اَور باب
وہ حبیبِ مصطفٰےؐ اِس میں ہے سب سے کامیاب

وہ اگر کافر بھی کہلایا تو آقاؐ کے لئے
ملحد و دجّال سُن پایا تو آقا کے لئے

وہ فنا فی العشق ہو کر سب مراتب پا گیا
خدمتِ کامل کے سارے مرحلے سمجھا گیا

اُس کا دل گنجینۂ انوارِ احمدؐ ہو گیا
وہ سراپا محرمِ اسرارِ احمدؐ ہو گیا

ایک دن فیروز پور[1] سے قادیاں آتے ہوئے
حضرتِ اقدسؑ ذرا لاہور آ کر رُک گئے
ڈھل چکی تھی دوپہر اور دھوپ سنولائی سی تھی
مہرِ عالمتاب کی بھی رُوح گھبرائی سی تھی

کُند ہوتے جا رہے تھے نُور کی کرنوں کے تیر
مَیں بھی اسٹیشن پہ تھا، کہتے ہیں عرفانی[2] کبیر

اور وضو فرما رہے تھے خادمِ خیرُ الانامؐ
اُس جگہ پر آ گیا پھرتا پھراتا لیکھرام
اُس کے استفسار پر مَیں نے اُسے بتلا دیا
مَیں ہوں اپنے آقا و مولا کے ساتھ آیا ہُوا
وہ یہ سُن کر حضرتِ اقدسؑ کی جانب چلدیا
اور نہ جانے دیکھکر کن حیرتوں میں کھو گیا
دیکھتے ہی ہاتھ جوڑے اور گذارش کی "سلام" تھے حضور پاکؑ لیکن محو با صد اہتمام

---

1. حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ سے مل کر واپس دارالامان تشریف لا رہے تھے۔
2. حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی تراب ایڈیٹر الحکم۔

اِک اُچٹتی سی نظر اُٹھی مگر پھر رُک گئی
اپنے آقا کے عدو کو دیکھکر پھر جُھک گئی
سمجھا شاید آپ نے آداب سُن پائی نہیں
میری آواز آپ کے کانوں سے ٹکرائی نہیں
لَوٹ کر اُس نے دوبارہ عرض تسلیمات کی
حضرت اقدس نے اِس پر بھی نہ کوئی بات کی
اور کھوئی سی رہی محویتوں میں یُوں نظر
کیا ہُوا، کیا ہوگیا، اسکی نہیں کچھ بھی خبر
اُس کے جانے پر کسی نے عرض کی با انکسار
اے مرے ہادی و مولیٰ، اے حبیبِ کردگار
لیکھرام آیا تھا "تسلیمات" بھی کہتا رہا
وہ خدا کا شیر سُنکر اِس طرح گویا ہُوا
جانتا ہوں ہے عدوئے دینِ احمدؐ لیکھرام
"گالیاں آقا کو اور خادم کو کرتا ہے سلام"
اِتنی غدّاری کی مجھ میں تو صلاحیّت نہیں
مجھ میں یہ ہمّت نہیں، یہ تاب، یہ طاقت نہیں

"شَاتَانِ تُذْبَحَانِ"[1]

صاحبزادہ سید عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ و مولوی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

آج ہے پیشِ نظر اِک واردات خونچکاں
عاشقانِ احمدیت کی شہادت کا بیاں
ہائے کن ہاتھوں سے خونی داستانیں ہوں رقم
دل پریشاں ہاتھ میں رعشہ لرزتا ہے قلم
آج اُن کا ذکر ہے جن کے خلوصِ عشق سے
مچ گئے تھے ملکِ کابل کی زمیں میں تہلکے

---

[1] یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام تھا جس کے معنی ہیں دو بکرے ذبح کئے جائینگے اور اس کا دوسرا فقرہ تھا "کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ" یعنی ہر ایک چیز فنا ہو جائیگی علم تعبیر کے مطابق شَاۃٌ سے مراد بیضرر مطیع و فرمانبردار شخص ہے پس الہام سے مراد یہ ہے کہ دو آدمی جو بیضرر ہونیکے علاوہ نہایت مطیع اور فرمانبردار ہونگے وہ باوجود اس کے کہ انہوں نے بادشہ کا کوئی جُرم نہ کیا ہوگا بے گناہ قتل کئے جائیں گے۔ اور اس کے بعد ملک پر عام تباہی آئے گی۔ اور ہلاکت ڈیرے ڈال دیگی۔

یہ زمیں وہ ہے جہاں دو پارسا مارے گئے
حق کی خاطر بے گناہ و بے خطا مارے گئے

مَیں سُنانے کو ہوں آج اِک داستانِ جانگزا
اِس صدی کے عالموں کا ایک خونی ماجرا

جب مسیحِ وقت نے یہ حکم صادر کر دیا
میرے پیرو غیر ملکوں میں بھی جائیں جابجا

چین و امریکہ و افریقہ و انگلستان میں
آسٹریا، جرمنی و اٹلی و جاپان میں

الغرض دنیا کا کوئی گوشہ باقی رہ نہ جائے
اور بزمِ شش جہت محرومِ ساقی رہ نہ جائے

ہو منادی مہدئ آخر زماں کا دَور ہے
یعنی تنویرِ خدائے دو جہاں کا دَور ہے

وہ بلاتا ہے ہر اِک کو اپنی جانب دوستو
تم کو لازم ہے کہ جو کچھ وہ کہے دل سے سُنو

آؤ اور نورِ الٰہی سے مشرّف ہو کے جاؤ
جا کے اپنی قوم کو یہ جانفزا مژدہ سُناؤ

ہوگئی اک آن میں تعمیلِ ارشادِ نبیؐ

مُلک افغاں میں کتب بھیجی گئیں موعودؑ کی

خوستؔ[1] میں اِک اُن دِنوں رہتا تھا عالم باعمل

متّقی و مفتی و پرہیزگارِ بے بدل

حاکمِ حُکّامِ دُنیا، نیک دِل، عادل، شریف

باحیا و بے ریا، بیدار دل، عبداللطیفؔ[2]

احمدیّت کی کُتُب اُس کو کسی نے جا کے دیں

ایک کیفیّت ہوئی طاری وہ جب اُسنے پڑھیں

وہ پھڑک اُٹھّا کہ ہم تو آج تک گمراہ تھے

مہدئ موعود کی آمد سے کب آگاہ تھے

بھاگ جاگ اُٹھّے ہمارے آگیا وہ شہریار

ایک مدّت سے تھی جس کی چشم و دل کو انتظار

اُس نے بھیجا اپنا اِک شاگردؔ[3] سُوئے قادیاں

تاکہ خود آنکھوں سے آئے دیکھکر دارالاماں

---

[1] افغانستان کا ایک قصبہ خست جسکے باشندوں کے علم و فضل کی دھاک سارے ملک میں پھیلی ہوئی تھی اور جو خوست کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے ۔ ثاقب ۔

[2] مولوی عبدالرحمٰن شہید رحمۃ اللہ علیہ

بعد بیعت کے جو لوٹا ملک کو وہ خوشخصال
اپنے اُستادِ مکرّم کو سُنایا سارا حال
خود گیا شاہِ حکومت کو بتانے کے لئے
مہدیٔ موعودؑ کا مُژدہ سُنانے کے لئے

جب بتایا رازِ حق برہم ہوئے یہ خرقہ پوش
بدنہادوں کے رگ و پے میں ہُوا پیدا خروش

قتل کا اُس کے دیا فتویٰ امیرِ وقت نے
تاکہ کابل میں کوئی مومن نہ پیدا ہو سکے
گھونٹ کر دم مار ڈالا جلد اُس معصوم کو
یہ مِلا تحفہ امیرِ وقت سے مظلوم[1] کو

:- ۲ -:

دو برس گذرے نہ تھے یہ حادثہ بھولا نہ تھا
سیّدِ موصوف کابل سے روانہ ہو گیا

---

[1] مولوی عبدالرحمٰن صاحب شہیدؓ کو جو واپسی پر بعض مولویوں کی سفارش پر دم گھونٹ کر مار ڈالے گئے۔ منہ

حج سے پہلے یہ خیال آیا کہ جاؤں قادیاں
دیکھ کر اللہ کے بندے کو ہو تسکینِ جاں

دو مہینے تک رہے پھر حضرتِ اقدسؑ کے پاس
اور قدرے بجھ گئی جب تشنۂ اُلفت کی پیاس

لَوٹ آئے ملک کو تا جانفزا مژدہ[۱] سُنائیں
رازِ حق کو سُن کے شاید نیک دل ایمان لائیں

بے عمل عالم ہوئے آگاہ جب اِس راز سے
ظلم کے نغمے نکالے سازشوں کے ساز سے

اور بھڑکایا امیرِ وقت کو اُس کے خلاف
سیّدی! اسلام سے اُس نے کیا ہے انحراف

حکم صادر ہو گیا دربار میں حاضر کرو
دیکھنا! یہ حکمِ شاہی ہے کہیں غفلت نہ ہو

---

[۱] آپ نے قادیان سے واپس جاکر ملک میں پہنچتے ہی ارکانِ حکومت کو احمدیت کی تعلیم کے متعلق کچھ تبلیغی خطوط لکھے

حاضری اور حکم

حاضری پر سب سے پہلے قاضیوں[1] نے یوں کہا
چھوڑ دو اِس کو نہیں یہ لائقِ جور و جفا
سُن کے یہ فتویٰ وہ ظالم مولوی پھر بول اُٹھے
اور لگائے جسقدر الزام اُن سے ہو سکے
غُل ہُوا، گر رہ گیا کچھ دن بھی یہ بدَ اعتقاد
بَس مسلمانوں میں کم ہو جائیگا جوشِ جہاد
الغرض اِک جان لینے کیلئے سب کچھ کِیا
مفتیوں نے اُسپہ فتویٰ سنگباری کا دِیا
حُکم مِلکر لے لیا کرہاً امیرِ وقت سے
سنگباری اسپہ کر دیں، ورنہ یہ توبہ کرے

ہائے وہ بیتاب منظر! ایک شیدائے رسُول
وہ رسولِ ہاشمی[2] کا دل، جگر بندِ بتول[3]

---

[1] شروع میں قاضیوں کے بنچ نے آپ کو بے قصور قرار دے کر بری کر دیا تھا۔
[2] و [3] یہ دونوں اصطلاحیں سیّد موصوف کے لئے استعارةً لکھی گئی ہیں۔ ثاقب

اس کو گاڑا جا چکا ہے تا کمر اور سنگ بار
موت کے پیغام لیکر آ رہے ہیں بار بار
ہے مگر ایمان پر قائم بصد عزم و یقیں
اُس کے پائے استقامت میں ذرا لغزش نہیں
سامنے اپنے جگر گوشے ہیں، اور دُنیا کے جُل
لیکن آنکھوں میں حبیبِ خالق و مولائے کُل
اُس کو ہر ممکن سہارا دے کے بہکایا گیا
اور حصولِ دنیوی انعام پر لایا گیا
پَر وہ مردِ باخُدا قائم رہا ایمان پر
کھیلنا آسان سمجھا اُس نے اپنی جان پر
پتھر دل کے واسطے سِینے کو عُریاں کر دیا
اور شانِ احمدیّت کو نمایاں کر دیا
جسم سے جب تک نہ سانسوں کی رمق جاتی رہی
بار بار الحمدللہ کی صدا آتی رہی

حرص کے اندھے نشے میں بیخود و سرشار تھے
بے خطا اُس بے خطا سے برسرِ پیکار تھے
گوہرِ شہوار کی قیمت کو پا سکتے نہ تھے
پیٹ کے بندے تھے وہ ایمان لا سکتے نہ تھے

"کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ"

ایک حصہ پیشگوئی کا تو یُوں پُورا ہوُا
کاش اُس سے فیض پائیں صاحبِ فہم و ذکا
رہ گیا تھا اب خُدا کے قہر کا باقی نشاں
اِس طرح پورا ہوُا جسکا ہے شاہد کُل جہاں
اُس کے وعدے گر نہ ہوں پُورے خُدائی کیا ہوئی
علم و قُدرت، رُعب و شانِ کبریائی کیا ہوئی

دو مہینے بھی نہ گذرے تھے کہ ہیضہ آ گیا
رُعب ہر اس ظالم و جابر کے دل پر چھا گیا

سیّدِ مظلوم کے جو در پئے آزار تھا
اور دینِ احمدی سے بیدل و بیزار تھا
سب کے دل دہلے ہوئے تھے سب پریشاں حال تھے
سب گھروں میں جا گھسا ہیضہ سبھی پامال تھے

ایک دہشتناک ویرانی وطن پر چھا گئی
تھے وہاں جتنے اکابر موت سب کو کھا گئی

"ماہرینِ سنگباری" بھی پڑے تھے نیم جاں
پیٹ کے بل اوندھے لیٹے لے رہے تھے سسکیاں
کوئی درباری نہ بیٹے کو وصیّت کر سکا
باپ کوئی ساتھ بیٹے کے نہ اپنے مر سکا

خونی جبڑوں سے چبائے جا رہی تھی سبکو موت
مائمنِ ملکِ عدم بتلا رہی تھی سبکو موت

ملک کو جب مِل گئی یہ جرم کی اپنے سزا
نوعِ انساں پر عیاں رازِ صداقت ہو گیا

یہ تو تھا اُس بندۂ خاصِ خُدا کا اِک نشاں
جو ہُوا نازل بہ شکلِ مہدیِٔ آخر زماں
ہو چکے تھے پیشگوئی کو بھی جس کے تیس سال
تُل گیا تھا جس کی نصرت کے لئے اب ذوالجلال

لیکن اَے کابل! تِری اِس سَر زمیں پر حیف ہے!
جس پہ نخوت کی شکن ہے، اُس جبیں پر حیف ہے!

اِس نشاں کو دیکھکر بھی تُو نہ حق کو پا سکا
تیری قسمت میں تھی محرومی، نہ ایماں لا سکا
جب خدائے پاک نے اُسکو کیا ہے منتخب
پھر بتا کب تک رہیگا یہ تِرا غیظ و غضب

یہ کدُورت، اے عداوت کے دھنی! اچھی نہیں
دین اور ایماں سے ایسی دُشمنی اچھی نہیں

انجامِ آتھم[1]

اِک ذرا سُنیئے صلیبی پیروؤں کی داستاں
جو مسیحِ وقت کی شوکت کا ہے واضح نشاں

وہ نشاں جس سے کھلا بزمِ نصاریٰ کا بھرم
مذہبِ تثلیث کے بھی لڑکھڑا اُٹھے قدم

وہ نشاں جو اپنی نوعیّت میں ہے بالکل عجیب
جب مسیح و مہدیٔ دوراں نے کی کسرِ صلیب[2]

کام لیتے کاش عیسائی جو غور و فکر سے
حضرتِ عیسیٰؑ کی ہی وہ پیشگوئی سوچتے

جس میں خود اللہ نے عیسیٰؑ کو جتلایا تھا یہ
باپ نے بیٹے کو خود ارشاد فرمایا تھا یہ

---

[1] ڈپٹی عبداللہ آتھم اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر "مصنف اندرونہ بائبل" جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ۱۵ دن تک مباحثہ کیا تھا۔

[2] "یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ" یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیحِ موعودؑ کے دو کام بیان فرمائے۔

اے کاش!

یہ نہ سوچا ظالموں نے دیکھیں وہ کیا چیز تھی
جس کی خاطر اُس نے اپنی جان کی پروا نہ کی
یہ خیال آیا کہ گر یہ نیک سیرت بچ گیا
تو ہماری بدنہادی کا بھرم کھُل جائیگا
فاش ہو جائیں گے سارے رازِ امیرِ وقت پر
پیٹ کی خاطر بھٹکنا ہوگا ہم کو دربدر

اِس لئے بہتر ہے سب سے پہلے اِسکی جان لیں
بچ گیا تو جان سے جائیں گے بس یہ جان لیں

دی نہ اس پاکیزہ دل کو ملک میں اپنے پناہ
جس کی خاطر بخش دیتا خالقِ اکبر گناہ
ہائے اِن کے دین اور ایمان زائل ہو گئے
دیکھ کر بھی شانِ مہدی اتنے غافل ہو گئے

یہ تو کہہ ڈالا کہ کم ہو جائیگا جوشِ جہاد
عدل تو اُس وقت تھا، اے عالمانِ بدنہاد
یہ بھی کہدیتے یہ اُس مذہب کا پیرو کار ہے
جس میں بندے کیلئے تقوٰئے دل درکار ہے
جس میں لازم وقت کے قانون کا ہے احترام
باوفائی فرض ہے اور بے وفائی ہے حرام
منع ہیں جس دین میں یہ ساری خفیہ سازشیں
جھوٹ، مکّاری، ریا، بے سود گندی کاوشیں
جو نہیں ہرگز سکھاتا ایسا ناجائز جہاد
توڑ دے جو اس کے بندے کا خدا سے اتّحاد
اُس کا قائل ہے کہ بس جو کچھ کہا اللّٰہ نے
اور عمل جس پر کیا حضرت رسول اللّٰہ نے
بے سبب، بے وجہ، شورِ جنگ کا قائل نہیں
ورنہ لڑنے کے لئے کوئی بھی شے حائل نہیں
کاش! وہ دیتے امیرِ وقت کو اتنا بتا
بندۂ خاصِ خدا کو تنگ کرنا ہے بُرا

چھین لی جائیگی[۱] تجھ سے بادشاہت اب تری
اور عطا اُس قوم کو ہوگی، کہ جو قابل ہوئی
کوہِ فاراں[۲] سے کوئی اَب اَور ہو گا آشکار
ہونگے جس کے ساتھ قدوسی قریبًا دس ہزار
پیشگوئی یہ مکمّل شان سے پوری ہوئی
دیدہ و دانستہ کیوں ہوتے ہو اے اندہو! غبی

---

۱ متی باب ۲۱۔آیت ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳ و ۴۴ ۔ زیرعنوان "انگوری باغ کے ٹھیکیداروں کی تمثیل" یہ پیشگوئی ہے۔ پس جب باغ کا مالک آئیگا ۔ تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کریگا ۔ انہوں نے اُن سے کہا کہ اِن بڑے آدمیوں کو بُری طرح ہلاک کریگا اور باغ کا ٹھیکہ اور باغبانوں کو دے دیگا ۔ جو موسم پر اس کو پھل دیں ۔ یسوع نے اُن سے کہا ۔ کہ تم نے مقدس کتاب میں کبھی نہیں پڑھا ۔ کہ جس پتھر کو معماروں نے ردّ کیا وہی کونے کے سِرے کا پتھر ہوگیا ۔ یہ خداوند کی طرف سے ہُوا اور تمہاری نظر میں عجیب ہے ۔ اِس لئے مَیں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی ۔ اور اس قوم کو جو اُس کے پھل لائے دیدی جائیگی ۔ اور جو اُس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا ۔ اور جس پر وہ گرے گا ۔ اُس کو پیس ڈالے گا ۔

۲ استثنا ۔ باب ۳۳ ۔ آیت ۱ و ۲ ۔ میں یہ پیشگوئی ہے ۔ "خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہُوا فاران کے پہاڑ پر جلوہ گر ہُوا ۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا ۔ اُس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت اُن کیلئے تھی"۔

نُور جو فاراں سے آیا تھا کبھی کا آ چکا
پردۂ احمدؐ میں پیغامِ خُدا پہنچا چکا
یہ حقیقت ہے کہ ہے قرآن ہی کامل کتاب
اجتناب اِس سے سراسر ہے خدا سے اجتناب
کاش جتنے ظاہرا ہو بامُروّت اور خلیق!
دل کی گہرائی پہ بھی کرتے نظر ایسی عمیق!
تم بڑے نازاں ہو اس انجیل کے انوار پر
جو سکھاتی ہے کہ گر تھپڑ لگے رُخسار پر
مارنے والے کی جانب دوسرا بھی پھیر دو[1]
اور یُوں تم عفو کی تعلیم کو پورا کرو

---

[1] متی باب ۵ آیت ۳۸ تا ۴۲ - زیرِ عنوان "انتقام لینے کے بارے میں" لکھا ہے۔ "تم سُن چکے ہو کہا گیا تھا۔ کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے۔ دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کُرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اُسے لے لینے دے۔ اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار لے جائے تو اُس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔ جو کوئی تجھ سے مانگے اُسے دے۔ اور جو تجھ سے قرض چاہے اُس سے مُنہ نہ موڑ۔"

اور پھر سچے مریدوں کا ہے اس پر یہ عمل
تم میں آئے دن ہی رہتے ہیں بپا جنگ وجدل
چاہیئے تھا یہ کہ جب جاری ہوئی جنگِ عظیم
عفو کی تعلیم کے قائل یہ فطرت کے حلیم
لوٹ جاتے جلد میدانِ دغا کو چھوڑ کر
بھاگ جاتے اپنے ملک و قوم سے مُنہ موڑ کر
یہ تو جب ہوتا اگر ہوتا انہیں خوفِ خُدا
دین کو دُنیا پہ رکھتے وہ مقدّم برملا
اِک ذرا سوچیں کہ موجودہ اناجیلِ مسیحؑ
جن کو پڑھ کر یہ بتاتے ہیں تفاصیلِ مسیحؑ
ترجمہ ہیں ایک یونانی زباں کا سربسر
بولنے والا تھا عبرانی مسیحؑ نکتہ وَر
آخر ان بے نور انجیلوں پہ ناز اور تمکنت
ہاتھ میں اپنے سمجھتے ہیں یہ دیں کی سلطنت
کاش! عیسائی ذرا بھی دل لگا کر سوچتے
اور سمجھتے اس خُدا کے مسئلے کو غور سے

کس طرح اِن کو ہے عیسےٰؑ کی خُدائی کا یقیں
کوئی عورت جب خدائے پاک کی بیوی نہیں
اور گر دیکھیں جو احوالِ نسب کھُل جائے گا
حضرتِ داؤدؑ[۱] کی اولاد ہے اِن کا خُدا
وہ تو اپنے آپ کو کہتا ہے اللہ کا نبی
پھر بھی عیسےٰؑ کو خُدا سمجھے ہوئے ہیں یہ غبی
اس خُدا نے دیر تک مخلوق کو تبلیغ کی
پھر بھی دُنیا اُسکے دعووں کی نہ قائل ہو سکی
بارہ ماہی گیر کچھ مدت کے بعد ایمان لائے
اُن کو فرمانِ نبی ہرگز نہ لیکن راس آئے
بھاگ کر کوئی، کوئی منہ پھیر کر دیں سے گیا
بچ گیا جس داؤ سے بھی کوئی اُس سے بچ سکا
کھانے پینے کا بھی ہے محتاج پھر ان کا خُدا
بے نواؤں کا مُعیں، لیکن ہوُا بے آسرا

---

[۱] داؤدؑ سے مراد داؤد بن ابراہیمؑ ہے۔ دیکھو انجیل متی باب ۱ آیت ۱ تا ۱۶۔ زیرعنوان "یسوع مسیح کا نسب نامہ"

اُس خُدا کو تاج کانٹوں کا بھی پہنایا گیا
اور آخر دار کے تختے پہ لٹکایا گیا

وہ محمدؐ سے ہے افضل اور ہے کامل تریں
اور پھر اللہ کا بیٹا، پیمبر ہی نہیں

اِن تلخ جاموں کا اثر

جب پلائے اِسقدر مہدیؑ نے دو اِک تلخ جام
جب ہوئے اسلام اور عیسائیت گرمِ کلام
جب نظر آئی تخیّل کی گِرہ کھُلتی ہوئی
ہر حکایت عقل کے معیار پر تُلتی ہوئی

قافلہ بڑھتا نظر آنے لگا قرآن کا
محفلِ تثلیث میں پیدا ہوُا ہیجان سا

بحث پر یہ ہو گئے راضی مسیحِ وقت سے
ڈپٹی عبد اللہ آتھم بالمقابل آ گئے

بحث باہم مارٹن صاحب کی کوٹھی پر ہوئی

اور پھر "جنگ مقدس" میں مفصّل چھپ گئی

سایہ افگن ہوگیا فضلِ خدائے بحر و بر

بخش دی اس جنگ میں اسلام کو فتح و ظفر

اختتامِ بحث پر ارشاد[1] حضرتؑ نے کیا

اے کہ کرتے ہو اہانت انبیاءؑ کی برملا

ہے خدائے پاک شاہد میرے حق و صدق کا

آج سُن لو غور سے یہ آسمانی فیصلہ

گر نہ آتھم اب عتابِ حق تعالیٰ سے ڈرا

اور اپنی بد زبانی میں یُونہی بڑھتا گیا

گر رہا اُس کی کدورت میں یہی جوش و خروش

اور نہ آیا راستی پر دشمنِ ایمان و ہوش

---

[1] آپؑ کو الہاماً بتایا گیا کہ اِس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی مباحثہ کے دنوں کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا۔ اور اُس کو سخت ذلّت اور اذیّت پہنچیگی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔

ہادیہ میں پندراں مہ تک گرایا جائے گا
اور سزا اپنی گنہگاری کی یوں وہ پائے گا

اعلان کا اثر

سن کے آتھم پیشگوئی کو بہت ڈرنے لگا
اپنی بدگوئی کی شدّت میں کمی کرنے لگا
چھا گئے دہشت کے بادل اُس کے قصرِ عیش پر
خواب میں اب ناگ زہریلے لگے آنے نظر
اور مسلّح نوجوانوں کے جنودِ شہسوار
جب نظر آئے پڑا پھر زندگی میں انتشار
جس نے آنحضرتؐ کو تھا دجّال لکھا بار بار
اب وہ آتھم اپنے ہر کردار پر تھا شرمسار

ؔ وہ اپنے رشتہ داروں سے عجیب عجیب نظارے جو اُسے نظر آیا کرتے تھے بیان کرنے لگا کبھی اُسے سانپ نظر آتے تھے۔ تو کبھی کتّے کاٹنے کو دوڑتے تھے۔ اور مسلّح نیزہ بردار اُس پر حملہ آور ہوتے تھے۔ الغرض ان سب نظاروں نے اُسے سخت پریشان کر دیا۔ منہ

یعنی صدق دل سے وہ اس دیں کا قائل ہوگیا
دل ہی دل میں دینِ حق کی سمت مائل ہوگیا
اس طرح میعاد یہ گذری بصد خوف و ہراس
وہ شعار بد زبانی کے نہ پھٹکا آس پاس
بدتمیزی کی نہ پھر تقریر سے، تحریر سے
اِس طرح وہ بچ گیا اللہ کی تعزیر سے

مخالفین کی شورشیں اور آپ کے انعامی اشتہار

لیکن ان کمزور فطرت عالموں کو کیا کہوں
اِن کی کج فہمی کی کیفیّت بیاں کیونکر کروں
آسکا اِن کو نہ اِس پر بھی صداقت کا یقیں
اور کہا یہ پیشگوئی تو ہوئی پوری نہیں
آپ نے سُنکر یہ باتیں اِک نکالا اشتہار
جس میں فرمایا کہ میں آتھم کو دونگا اک ہزار
گر قسم کھا کر کرے کیفیتِ قلبی بیاں
یہ غلط فہمی کھلے میدان میں کردے عیاں

لیکن آتھم کی طرف سے خامشی طاری رہی
اور کج فہموں کی خونیں کشمکش جاری رہی

چاہتا تو تھا کہ مل جائے اسے دُکھ سے نجات
پر نہ لوگوں پر عیاں کرتا تھا دل کی واردات

اس طرح اک پنتھ اور دو کاج کا قائل رہا
یُوں صداقت اور خدا کے درمیاں حائل رہا

پھر بھی لیکن عالموں کے طعن بڑھتے ہی گئے
آخرش حضرتؑ نے افشائے صداقت کیلئے

پھر دوبارہ ایک انعامی نکالا اشتہار
اور آتھم کو مقابل پر بلایا بار بار

آخری فیصلہ

آپ نے لکھا کہ قدرت لے رہی ہے انتقام
ہیچ ہیں اُس کے مقابل پر تمہارے اہتمام

تم پہ جُرمِ اخفاءِ حق کا آسماں پر ہے لگا
اور سزا کے واسطے ہے اک برس میعاد کا

ٹل نہیں سکتی ترے سر پہ ہے قائم اب اجل
ختم کر دیگی ترے سارے عزائم اب اجل

سالِ موعودہ میں آتھم حسب فرمانِ خدا
موت کے چنگل میں پھنس کر دہر سے گم ہو گیا

یہ نشاں وہ تھا کہ جس سے ہو گئے برہم مزاج
دشمنوں کے دل میں برپا ہو گیا اک اختلاج

بغض تھا ان کے دلوں میں، اور سینوں میں نفاق
ہو چکے تھے وہ پیامِ حق کے جھٹلانے میں طاق

دیدہ و دانستہ آمادہ ہوئے تکذیب پر
کاش ارشادِ مسیحِ وقت پر ہوتی نظر

"جہل کی تاریکیاں، اور سوءِ ظن کی تندباد
جب اکٹھے ہوں تو پھر ایماں اُڑے جیسے غبار"

ڈاکٹر کلارک کا مقدمہ[1]

سازش۔ استغاثے کی کہانی، شہادتیں اور متعلقہ واقعات :-

سازش

مہدئ موعودؑ کا چرچا ہُوا جب چار سُو
نُورِ وحدت ظلمتِ عصیاں سے تھا جب دُو بدُو
زک اٹھاتے تھے کہیں بے دین مُلّا بے خبر
اور کہیں تھی آریوں کے دین کی حالت دِگر
مضمحل تھے پادری انجام عبرت ناک سے
غیظ میں تھے انتقالِ آتھم[2] بے باک سے

---

[1] ڈاکٹر مارٹن کلارک جو عبداللہ آتھم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مباحثہ میں عیسائیوں کی طرف سے پریذیڈنٹ تھا اُس نے حضور علیہ السلام پر اقدام قتل کا دعویٰ دائر کیا تھا کہ آپ نے میرے قتل کو ایک آدمی عبدالحمید نامی بھیجا ہے وغیرہ وغیرہ۔

[2] مراد ڈپٹی عبداللہ آتھم جو حضور علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق اِس دارِ فانی سے رخصت ہُوا۔ مصنف۔

پرچمِ مہدی جو دیکھا چونک اُٹھے اہلِ علم
دشمنی پر آپ کی آئے اُتر اہلِ قلم
ہو چکا تھا دل کو مہدی کی صداقت کا یقیں
لیکن اس کو ماننے میں تھے مزاحم بغض و کیں
دینِ احمدؐ[1] روندتا جاتا تھا سب کبر و گناہ
ہو رہی تھی دن بدن مُلّاؤں کی حالت تباہ
الغرض جب ہر طرف مایوسیاں چھانے لگیں
دشمنوں کی ساری تدبیریں بگڑ جانے لگیں
تب اکٹھے ہو گئے مُلّا۔ گرنتھی۔ پادری
ان مہذب مفسدوں میں ہو گئی اک آشتی

استغاثے کی کہانی

فیصلہ ٹھہرا کہ دعوئے[2] مسیحِ وقت پر
جس کی ہو روحِ رواں عبدالحمید[3] بے خبر

---

[1] مراد احمدیت یعنی حقیقی اسلام ہے۔ [2] اقدام قتل کا دعوے
[3] عبدالحمید نامی ملزم بسلطانی گواہ جسے ورغلا کر یہ دعویٰ دائر کیا گیا تھا۔

استغاثے کی کہانی یُوں بنی ، ملزم کہے
مجھ کو بھیجا تھا مِرے آقا مسیحِ وقت نے
مار کر پتھّر کروں سر مارٹن کا پاش پاش
مَیں نے لیکن کر دیا سب ڈاکٹر پر راز فاش
یُوں انہوں نے استغاثے کو مکمل کر لیا
قتل کا دعویٰ مسیحِ وقت پر دائر کیا
مولوی[۱] صاحب جو حضرت کے کبھی تھے معتقد
رات دن اب ہو رہے تھے دشمنی پر مُستعد
اُن کے دل کی خواہشیں پوری ہوئیں اور آنجناب
یُوں لگے ارشاد فرمانے بصد قہر و عتاب
میرزا کو میری شوکت کی خبر ہو جائے گی
جب گرفتاری کے اِس وارنٹ کی تعمیل کی
پا بجولاں سامنے وہ میرے لایا جائے گا
اور بصد ذلّت عدالت میں بٹھایا جائیگا

۱؎ مولوی سے مراد مولوی محمد حسین بٹالوی ہے جس نے استغاثے کی طرف سے حضور ؑ کے خلاف شہادت بھی دی تھی

ہتھکڑی ہاتھوں میں ہو گی سُرخ چہرے پر ملال
وہ مسرّت کی گھڑی لاجلد میرے ذوالجلال
دوسری جانب مسیحِ وقت پر الہام میں
ہو گیا ظاہر پھنساتے ہیں انہیں کس دام میں
اور فرمایا حضورِ پاک نے ارشادِ پاک[1]
پاک ہے میرا خدا، ناپاک سے کیا مجھ کو باک

---

[1] ارشاد سے مراد وہ الہام ہے جو مئی ۱۸۹۷ء میں حضور علیہ السلام کو اس مقدمہ کی بنا سے تین ماہ قبل ہُوا۔ فرمایا:- قد ابتلی المومنون۔ ماھذا الا تھدید الحکام۔ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد۔ انی مع الافواج اتیک بغتۃ۔ یاتیک نصرتی انا الرحمٰن ذوالمجد والعلیٰ۔ مخالفوں میں پھوٹ اور ایک شخص متنافس کی ذلّت اور اہانت اور ملامت خلق اور (اخیر حکم) "ابراء" بے قصور ٹھہرانا بلجت ایاتی۔ "یعنی تجھ پر اور تیرے ساتھ کے مومنوں پر مواخذہ حکام کا ابتلاء آئے گا۔ وہ ابتلاء صرف تہدید ہو گا۔ اس سے زیادہ نہیں۔ وہ خدا جس نے خدمت قرآن تجھے سپرد کی ہے پھر تجھے قادیان میں لائے گا۔ مَیں اپنے فرشتوں کے ساتھ ناگہانی طور پر تیری مدد کرونگا۔ میری مدد تجھے پہنچے گی۔ میں ذوالجلال اور بلند شان والا رحمٰن ہوں۔ مَیں مخالفوں میں پھوٹ ڈالوں گا۔" (ٹائیٹل کتاب البریّہ)

(باقی صفحہ ۱۳۳ پر دیکھیں)

میرے دشمن ہونگے میرے سامنے رسوا و خوار
آئے گا میری اعانت کو مرا پروردگار
مجھ کو باعزت بچا لیگا سبھی آلام سے
اور بری کردیگا مجھ کو عزت و اکرام سے

بقیہ حاشیہ صـ ۱۳۲ - اور پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا :۔
"ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ سے قریباً دو مہینے پہلے مجھے ایک خواب میں دکھائی دیا کہ ایک بجلی میرے مکان کی طرف آئی ہے۔ مگر قبل اس کے کہ گرے واپس چلی گئی۔ اور پھر الہام ہوا کہ کچھ نہیں صرف تہدید حکّام ہے اور پھر الہام ہوا کہ :۔

صادق آں باشد کہ ایّامِ بلا
می گذارد با محبت با وفا

اِس سے مَیں نے سمجھا کہ کسی قدر حکّام کی طرف سے بلا آئیگی اور اس موزوں الہام کے تصوّر سے معاً میرے دل اور رُوح سے یہ شعر نکلا کہ گویا دوسرا بیت اس کا ہے ؎

گر قضا را عاشقے گردد اسیر
بوسد آں زنجیر را کز آشنا" (کتاب البریّہ)

وارنٹ[1] گرفتاری

حاکم[2] اعلےٰ نے اک وارنٹ جاری کر دیا
مٹنے والی آرزوؤں سے دلوں کو بھر دیا
یہ عدالت سے ہوا جاری یکم اگست[3] کو
دوسرے دن یہ پہنچ جاتا مسیح وقت کو

۱ؔ یہ وارنٹ گرفتاری حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ۔۔۔۔۲۰۰۰ روپیہ ضمانت اور بیس ہزار روپیہ مچلکے کے حکم کا حامل تھا۔

۲ؔ اے۔ ای۔ مارٹینو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بہادر ضلع امرتسر جن کی عدالت میں دعوےٰ دائر ہوا۔ اور جنہوں نے نہ جانے بغیر سوچے سمجھے کس تعصّب اور گھبراہٹ کی بنا پر اتنی جلدی وارنٹ جاری کر دیا۔

۳ؔ یہ وارنٹ یکم اگست ۱۸۹۷ء کو جاری ہوا۔ مگر ۷ر اگست تک گورداسپور نہ پہنچ سکا۔ اور کچھ پتہ نہ چلا حتیٰ کہ حکم انتناعی از عدالت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر بنام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور میں پہنچا کہ وارنٹ کی تعمیل روک دی جاوے۔ کیونکہ وہ غیر ضلعے میں وارنٹ جاری کرنے کے مجاز نہ تھے۔ مگر وہاں وارنٹ ملتا ہی نہ تھا۔ یہ پہلا غیبی فعل تھا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں ہوا۔

دیکھئے لیکن کہ قدرت کا کرشمہ کیا ہُوا
درمیاں ہی میں وہ چھ دن کے لئے گم ہو گیا
روز اسٹیشن پہ آتے تھے مخالف مولوی
تا کہ دیکھیں میرزا صاحب کو پہنے ہتھکڑی
آپ کو محبوس پانا چاہتے تھے جو لعیں
اُن کے دل مرجھا گئے سب آرزوئیں مٹ گئیں
ساتویں تاریخ تک اُس کا نہ پایا کچھ پتا
کس جگہ وارنٹ پہنچا اور کہاں گم ہو گیا

فلک درچہ خیال

بعد ازاں ڈپٹی کمشنر کو خیال آیا کچھ اور
ہند کی تعزیر نے قانون بتلایا کچھ اور
غیر ضلعے میں نہ تھا حاصل اُسے کچھ اختیار
اُس نے امرتسر سے دی گورداسپور کو ایک تار
تار میں لکھا کہ اک لمحے کی غفلت بھی نہ ہو
دیکھو اس وارنٹ کی تعمیل فوراً روک دو

سوچتے تھے محکمے کے اہلکار اَب کیا کریں
کونسے وارنٹ کی تعمیل فوراً روک دیں
محکمہ سمجھا نہ کچھ وارنٹ کی تعمیل کو
داخلِ دفتر کیا اُس تارِ بے تفصیل کو
اور جب گورداسپور میں مسل بعد از انتقال
افسر اعلےٰ[1] کے پاس آئی، ہوُا معلوم حال
استغاثے کی کہانی پر ہوُا کچھ اِشتباہ
اور ہوئے معلوم نظروں میں سبھی فرضی گواہ
حضرت اقدسؑ کے نام اُس نے سمن جاری کیا
یُوں کیا اُس خالق و مالک نے وعدے کو وفا
یوم موعودہ پہ جب حضرت عدالت میں گئے
افسر اعلےٰ نے حضرت کو بڑے ہی لُطف سے
بیٹھنے کو ایک کُرسی پیش کی باعزّ و جاہ
یُوں ہوئیں بدخواہ ملّاؤں کی اُمیدیں تباہ

[1] ایم۔ ڈبلیو۔ ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور جن کے پاس مسل بعد از انتقال منتقل ہو کر گئی۔

بٹالوی[1] کی شہادت

ہو چکی جب سرزنش[2] کرسی کی نسبت آپ کو
اور عدالت نے کہا، اپنا بیاں ظاہر کرو
سٹپٹا کر کچھ ذرا، یہ مولوی کہنے لگا
میرزا صاحب سے واقف ہوں بڑی ہی دیر کا
میرا اُس سے ہے امور مذہبی میں اختلاف
ہر مسیحی کو کیا اُس نے مسلماں کے خلاف
اِس کے دم سے ہی پڑی ہے آج دو قوموں میں پھوٹ
اِس کا ہے ہر فعل فتنہ، اِسکا ہے ہر قول جھوٹ
ڈپٹی آتھم بعد میعاد معیّن تھا مرا
میرزا کا اُس کی نسبت جھوٹ ثابت ہو گیا
مَیں نے لکھی تھی کتاب اِک "قتلِ پنڈت لیکھرام"
تھا مگر یہ میرزا صاحب کا سارا اہتمام

---

[1] مولوی محمد حسین [2] سرزنش کی داستان ایک مکمل نظم کی صورت میں آگے آئے گی۔

وہ پتہ قاتل کا بتلانے کا ذمہ دار ہے
یہ خدا کی بات ہے اور قابل اظہار ہے
ریویو[ا] ان کی "براہین" پر ہے میرے ہاتھ کا
ہے مری تحریر اس میں شک نہیں مجھ کو ذرا

[ا] مولوی صاحب کے اپنے رسالہ "اشاعت السنۃ" میں "براہین احمدیہ" پر ریویو کے چند فقرات ملاحظہ ہوں

"مؤلف "براہین احمدیہ" کے حالات و خیالات سے ہم جسقدر آگاہ ہیں ہمارے معاصرین ایسے کم نکلیں گے مؤلف صاحب ہمارے ہم وطن بلکہ اوائل عمر کے ہم مکتب ہیں۔ اس زمانہ سے آجتک خط و کتابت اور ملاقات و مراسلت برابر جاری ہے۔ مؤلف "براہین احمدیہ" مخالف و موافق کے تجربہ اور مشاہدہ کی رو سے واللہ شریعت محمدیہ پر قائم اور پرہیزگار و صداقت شعار ہیں۔ کتاب "براہین احمدیہ" ایک ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آجتک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور اُس کا مؤلف اسلام کی مالی و جانی۔ قلمی و لسانی۔ حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم ہے جس کی نظیر پہلی کتابوں میں بہت ہی کم پائی جاتی ہے۔ اَے خدا! اپنے طالب علموں کے رہنما! اِن کی ذات سے ان کے ماں باپ سے تمام مشفقوں سے زیادہ رحم کر۔ اور اس کتاب کی محبت دلوں میں ڈال دے۔ اور اس کے برکات سے مالا مال کر دے۔ اور اس خاک ر گنہگار شرمسار کو بھی اپنے فیوض و انعامات اور اس کتاب کی احقر برکات سے فیض یاب کر۔ آمین"

ریویو براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۸۴ تا صفحہ ۳۴۸

میرزا[۱] کے اُس گھڑی حالات بالکل اور تھے
کُفر کا فتویٰ لگا جس وقت، بگڑے طور تھے
اِن منازل پر شہادت کے جو پہنچا مولوی
تب عدالت نے شہادت مولوی کی روک دی
اور چِٹھے[۲] پر یہ انگریزی میں لکھا صاف صاف
میرزا صاحب کے ہے یہ مولوی طبعاً خلاف
اَب شہادت کے رقم کرنے کی حاجت ہی نہیں
مولوی کی دشمنی کا ہو چکا ہم کو یقیں

---

۱ یہ طرز تخاطب کمبخت مولوی کا ہے۔ نعوذباللہ۔ ۲ چِٹھہ عدالتی اصطلاح ہے۔ اور یہ لفظ اُن عدالتی کاغذات کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جن پر انگریزی میں شہادت مقدمہ درج کی جاتی ہے۔

I consider sufficient evidence has been recorded regarding the hostility of the witness to the Mirza, and there is no necessity to stray further from the main lines of the case.

ترجمہ: میں خیال کرتا ہوں کہ کافی شہادت لکھی جا چکی ہے کہ گواہ کو میرزا صاحب سے عداوت تھی اور اب زیادہ ضرورت نہیں کہ مقدمے کے خاص امر سے ہم دوسری طرف چلے جائیں۔ (کتاب البریہ صفحہ ۲۱۹)

مختصر رُودادِ مُقدّمہ

تھا کوئی عبد الحمید اِک نوجواں آزاد سا
اِدّعائی طور پر تھا جو کہ پیرو آپؑ کا
نوجواں تھا، دُشمنوں کے دامِ زر میں پھنس گیا!
مارٹن نے میرزا صاحب پہ دعویٰ کر دیا
وہ تھا سلطانی[1] گواہ اُس نے شہادت دی وہی
مارٹن اور مارٹن کے ساتھیوں نے جو کہی
حاکمِ اعلیٰ کو لیکن کچھ نہ آیا اعتبار
اُس کی مصنوعی شہادت پر نہ رکھا انحصار
وہ حقیقت کے سمجھنے کو بڑا بے تاب تھا
اِس غلط دعوے سے اُسکے دل کو پیچ و تاب تھا

---

[1] وعدہ معاف - وہ شخص جو ملزم ہو جسے سزا کی معافی کا یقین دلا کر گواہ بنا لیا جاتا ہے - مگر ہمیں اطلاع ملی ہے - کہ مسٹر ڈگلس ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کے تبدیل ہونے کے بعد جو تیسرا ڈپٹی کمشنر آیا - اُس نے اُسے اقدام قتل کے مقدمے میں غلط بیانی کے الزام میں نو ماہ قید سخت کی سزا دی - ثاقب

اِس لئے اُس نے کہا پولیس کے کپتان[1] کو
کیا ہی اچھا ہو اگر کچھ اور بھی تحقیق ہو
تا ہمیں کچھ حق و باطل کا تو چل جائے پتا
میرے دل میں اس کہانی کیلئے ہے وہم سا
افسرِ موصوف[2] نے خلوت میں لے جا کر اُسے[3]
اور رُعب و داب کے سب راز سمجھا کر اُسے
یُوں کہا ہم چاہتے ہیں، ہو صداقت آشکار
پر صداقت کا بیاں کرنا ہے تیرے اختیار
خوف جب ہلکا ہُوا، وہ نوجواں[4] کہنے لگا
پادری ہیں درحقیقت اصل دعویٰ کی بنا
جبر اور دھوکے سے مجھ سے کہلوائی داستاں
گر نہ لکھو گے تو ہرگز مل نہیں سکتی اماں

---

[1] و [2] - مسٹر لیمار چنڈ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور - [3] سلطانی گولہ کو
[4] ملاحظہ ہو تتمہ بیان عبدالحمید سلطانی گواہ روبرو لیمار چنڈ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس بہادر باجلاس ایم - ڈبلیو ڈگلس بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور -

الغرض یہ تھی حقیقت جِس پہ یہ بدخواہِ دیں
چاہتے تھے ہم اُلٹ دیں تختۂ عرشِ بریں

آخری حکم

حاکمِ اعلیٰ نے سُنکر داستانِ خونچکاں
فیصلے میں استغاثے کی اُڑائیں دھجّیاں
خوب کی جعلی گواہوں کی دیانت آشکار
مولوی اور مارٹن کا روند ڈالا سب وقار
اور بڑے ہی لطف سے آخر میں حضرتؑ سے کہا
آپ کو کھینچا گیا دعوے میں بالکل بے خطا
آپ کا بھی اِن پہ نالش کا ارادہ ہے اگر
تو عدالت کی طرف سے ہے اجازت سربسر
لیکن اُس ہادی کے ہونٹوں سے جھڑے لعل و گہر
کاش دل کی آنکھ سے دیکھیں انہیں اہلِ نظر
میرے آنیکی غرض دعویٰ چلانا تو نہیں
دُنیوی قانون سے جھگڑے چکانا تو نہیں

میرا دعوےٰ ہے فلک پر اُس بڑے مالک کے ہاں
جس کی اِک جنبش سے رُک سکتی ہے نبضِ دوجہاں
اِس نشاں کو دیکھ کر کم فہم عالم، بے عمل
کاش! اپنا یہ حریفانہ روّیہ دیں بدل
اور خُدا کے خاص بندوں سے نہ ٹکرایا کریں
وہ خُدا کے ہیں، خُدا سے کچھ تو ڈر جایا کریں

بٹالوی اپنے اصل رنگ میں

کر چکا ہوں آپ پر دعوے کی اصلیت عیاں
چاہتا ہوں مولوی کی بھی کروں حالت بیاں
جو حقیقت میں تھا اِس الزام کا رُوحِ رواں
جس کے بیہودہ کارخامے کی تھیں ساری شوخیاں
سب شہادت اور شرارت تھیں اُسی کی سازشیں
مہدیِ دوراں کی شان و تمکنت پر تہمتیں
چاہتا تھا حضرتِ اقدسؑ کو اَبتر دیکھنا
اور شخصیت کو اپنی ان سے برتر دیکھنا

وہ تھا ہندوستان بھر میں ایک عالم بے بدل
حیف ایسے علم پر لیکن نہ ہو جس میں عمل
آنکھ وہ کیا آنکھ ہو جس میں دنیا ہی کا نور
دین کی باتوں سے جسکو آ نہ سکتا ہو سرور
وہ نظر ارض و سماء کے خاک پہچانے گی راز
جو تمیز حق و باطل سے ہو بالکل بے نیاز
اپنے علم و فضل کے بل پر عدوئے "بے قار"
مہدیٔ دوراں سے ٹکرا گیا دیوانہ وار
لیکن اِس دیوانگی میں رنگتِ ایماں نہ تھی
یوں تو سب کچھ تھا ولیکن نصرتِ یزداں نہ تھی
تھا یہی باعث کہ اصلیت کو اپنی بھول کر
فخرِ علم و فضل و حکمت کی ہوا سے پھول کر
جب عدالت میں ہوا وہ پیش باشانِ گواہ
حاکمِ عالی سے اپنی کی بیاں سب عزّ و جاہ
لیکن اِن کم فہم ملّاؤں کی اصلیت بھلا
کون ہے وہ صاحبِ ایماں جو ہے بھولا ہوا

یُوں کہا، مَیں صاحبِ عزّت ہوں اور کُرسی نشیں
مانتے ہیں سب مجھے سردارِ عالم بالیقیں[1]
پر عدالت نے نہ اِس پر کچھ بھی غور و فکر کی
اور "غلط" کہکر گذارش اُس کی بالکل ٹال دی
یہ مگر اصرار کرتا جا رہا تھا بار بار
مَیں ہوں انگریزی حکومت کا بڑا خدمت گذار
پاس میرے ہیں بہت سی چِٹھیاں[2] خدمات کی
حاکمِ اعلےٰ نے اِس پر بھی توجّہ کچھ نہ دی
اور فرمایا[3] کہ "بک بک مت کرو، پیچھے ہٹو
دُور ہٹ کر جو تمہیں کہنا ہے وہ ظاہر کرو"

---

[1] مولوی محمد حسین نے اپنے آپ کو کُرسی نشین ظاہر کیا تھا۔ تفصیل کیلئے دیکھیئے بیان مولوی محمد حسین نقل مصدّقہ (کتاب البریہ) اور پھر علماء کا سردار۔ حالانکہ یہ بات بالکل درست نہیں کہ غیر مقلّد عالم اُسے سردار مانتے ہیں بلکہ بعض اس کے سخت مخالف تھے اور اس کے رویّے سے سخت بیزار۔ [2] مولوی صاحب نے یہ بھی کہا کہ میرے پاس بہت سی خدمات کی چٹھیاں ہیں اور لاٹ صاحب مجھے کرسی دیتے ہیں (کتاب البریہ نقل مطابق اصل)

[3] یہ جھوٹی بات سنکر حاکم اعلیٰ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا :۔

"بک بک مت کر۔ پیچھے ہٹ جا۔ اور سیدھا کھڑا ہو جا" (کتاب البریہ)

اِنّی مُہِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِہَانَتَکَ

موت کے عالَم میں تھا اُس وقت یہ بدخواہِ دیں
لا سکا پھر بھی نہ مہدی کی صداقت پر یقیں

دیکھکر حضرتؑ کو دل اُس کا بہت بیتاب تھا
کیونکہ وہ خواہاں تھا جسکی ذلّت و رسوائی کا

وہ معزز مہدیٔ موعود کرسی پر جما
اُس کی رُسوائی کو اپنی آنکھ سے تھا دیکھتا

پا بجولاں دیکھنے کا جسکو خواہاں تھا حریف
وہ خدا کا خاص بندہ، اور فطرت کا شریف

شان میں جس کی خُدائے واحد و قہّار نے
غیب کے علموں کے واقف نے، مرے ستّار نے

تھا یہ فرمایا، کریگا جو تری عزت کا پاس
خود کرونگا اُس سلیم العقل کی حُرمت کا پاس

ــلہ اِنّی مُعِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ وَاِنّی مُہِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِہَانَتَکَ ۔ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

جو بھی چاہیگا تجھے برباد و ابتر دیکھنا
اُس کی عزت کا پلٹ دونگا مقدر، دیکھنا
اُسکی عزت ہو رہی تھی اور دشمن تھا ذلیل
بر سرِ اجلاس رُسوا ہو گیا، تھا وہ رذیل

خواہشِ کُرسی نشینی زور پر

اِس پہ طرّہ یہ کہ جب دیکر شہادت آپ آئے
افسرِ اعلیٰ سے کھا کر جھڑکیاں تشریف لائے
ایک کُرسی پر جو باہر اردلی کے پاس ہی
شاید اُس کے بیٹھنے اُٹھنے کی خاطر تھی؛ بچھی
جو ابھی گذرا تھا۔ اُس کی پردہ پوشی کے لئے
قدرے شرمندہ سے ہو کر آپ اُس پر جم گئے
اردلی نے جب یہ دیکھا، وہ لپک کر آ گیا
دیکھکر کُرسی پہ ان کو غیظ سے بھنّا گیا
اُن کی حیثیت سے واقف ہو چکا تھا اردلی
اُس نے بھی مُلّا کو ڈانٹا اور کُرسی کھینچ لی

آپ سیدھے ہوئے پولیس کے بنگلے کی سمت
ایک کرسی تھی وہاں کپتان کے کمرے کی سمت
جم گیا اُس پر ہی جاکر عالِم کوتہ نظر
کنسٹیبل نے اُٹھایا لیکن اُس کو ڈانٹ کر
کم نہ تھی تعداد لوگوں کی کہ جن کے سامنے
مولوی صاحب کو دھتکارا گیا، رُسوا ہوئے

آخری کوشش

مولوی صاحب نے پیہم ذلّتوں پر آہ کی
اس پہ بھی دل میں رمق باقی تھی حُبِّ جاہ کی
فرش پر چادر پڑی تھی اِک مسلماں بھائی کی
اُس پہ جا بیٹھے، مگر اُس نے بڑی رُسوائی کی
وہ لگا کہنے کہ اَے بدبخت مُلّا بے خبر
تُو تو ہے جھوٹی شہادت دے کے آیا سربسر
مَیں نہیں یہ چاہتا، چادر مری ناپاک ہو
تم مسلمانوں کے عالم کس قدر بیباک ہو

ایک دعوے میں کہ ہے جھوٹا سراسر افترا
اک مسلماں کے خلاف آکر شہادت دے گیا
موردِ قہرِ الٰہی ہے تُو، اور ناپاک بھی
تیری شخصیّت سے تو نفرت کرے ہے خاک بھی

مشابہتِ خاص

مولوی صاحب کا ہر انداز تھا بُوجہل کا
اُسکو بھی اپنی لیاقت پر بڑا ہی زعم تھا
جب نبیٔ پاکؐ نے دعوئے نبوّت کا کیا
بغض وکیں کی آگ سے بُوجہل انگارہ ہوا
کل کا بچّہ، اور بن کر آج آیا ہے رسول
لات وعُزّیٰ کی قسم، اِس کو نہ کرنا تم قبول
ہم نے کی نشوونما اِسکی مگر یہ دیکھو آج
خود ہمیں سکھلانے آیا ہے تمدّن اور رواج
بے سروساماں، بے مادر پدر، بے آب وتاب
کیا نبوّت کے لئے ہونا تھا ایسا انتخاب

عینِ اُسی صورت، کہ جب تک میرزا صاحب ابھی
بے خبر تھے اِس حقیقت سے کہ ہیں مہدیؑ وہی
جس کی آمد کا تھا اُمّت کو نہایت انتظار
دَم سے وابستہ تھا جس کے دینِ قیّم کا وقار
یہ بٹالے کا اجارہ دارِ نخوت مولوی!
قلب پر جس کے لگا دی تھی خُدا نے مُہر سی
خود کہا کرتا تھا، دُنیا میں نہیں اِس کی نظیر
چاہیئے اِس وقت ہونا اس کو اُمت کا امیر
آسمانِ دل پہ لیکن چھا چکے تھے بغض و کیں
جب حضورِ پاک نے دعویٰ کیا، بِپھر العیں
کُفر کے فتوے لگائے اور پکارا جا بجا
مَیں نے ہی تجھ کو اُٹھایا، مَیں ہی اَب دونگا گِرا
جانتا اَے کاش وہ! یہ چیستاں کچھ اور ہے
اُس غبی کے ذہن کا وہم و گماں کچھ اور ہے
ایلچی ہے یہ خُدا کا، اس کا ناصر ہے خُدا
پُشت پر اُس کی ہے محبوبِ خُدائے دوسرا

لُطفِ مکمّل

اپنے دشمنِ خاص سے عفو و درگذر سے پیش آنیکی ادنےٰ مثال

دل تڑپ اُٹھتا ہے آنکھیں خون روتی ہیں ندیم
یاد آجاتا ہے جب وہ صاحبِ قلبِ سلیم
وہ مجسّم عفو و رحمت شفقتوں کا آفتاب
وہ خُدا کے پاک بندوں کی دُعاؤں کا جواب
مُسکرا کر کھیلتا تھا، پَے بہ پَے آلام سے
جو معاند سے بھی پیش آتا رہا اِکرام سے
فرض جانا جس نے ہر تقصیر کو کرنا معاف
اور کیا ہر حال میں ہر اِک سزا سے انحراف
لو سناؤں آج اُسی ماہِ محبّت کا بیاں
اپنے اک دشمن سے عفو و درگذر کی داستاں
مارٹن کا استغاثہ جو ابھی تم نے پڑھا
یہ تھا کھیل اُس مولوی کی ناخنِ تدبیر کا

م۔ مولوی محمد حسن تابانی

جس کو بالتفصیل لکھ آیا ہوں پہلے باب میں
جو ہے اَب مشہور میرے حلقۂ احباب میں

جب گواہی دے چکا اپنی بصد قہر و عتاب
اور مکمل کر چکا پُوری طرح کارِ ثواب
تو عدالت سے مِلا ملزم کو حق تنقید کا
مولوی صاحب کے قول و فعل کی تردید کا
یُوں ہُوا گویا حضورِ پاک کا مختار تب
گر اجازت ہو تو پوچھوں اُس سے احوالِ نسب[1]

کُھل کے رَہ جائیگا سارا ڈھونگ اِن حکّام پر
حکم ہو تو فرش پر لا دوں جو اَب ہے بام پر

لیکن اُس آقا کی شانِ درگذر تو دیکھئے
جس میں شفقت موجزن تھی وہ نظر تو دیکھئے

---

[1] مولوی صاحب اِس معاملہ میں کمزور تھے۔

ہاتھ پکڑا اور بعد اِصرار روکا بار بار
مولوی ہو جائے گا اِس سے نہایت شرمسار

میرے آنے کی جہاں میں غرض و غایت یہ نہیں
بھیجنے میں مجھ کو مولا کی مشیّت یہ نہیں

ہائے! یہ ایثار، یہ شفقت، یہ روحانی کمال
کیا زمانہ ایک بھی ایسی دکھائے گا مثال
ایک مدّت جو رہا کرتا نگاہ و دل پہ وار
بدکلامی ایک مدّت تک رہا جس کا شعار
قتل کی تائید تک میں جو شہادت دے گیا
، اُسپہ یہ لطف و کرم، یہ بارشِ مہر و وفا
دشمنِ جاں سامنے ہے، بر سرِ پیکار ہے
وہ نبی اللہ پھر بھی عفو پر طیار ہے

ہیں کہاں اخلاق و عفو و درگذر کے نکتہ داں
اِس قدر شانِ تلطّف کی مثالیں، ہاں کہاں

عفوِ مجسّم!

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنے خدام سے عفو سے پیش آنے کی اک ادنیٰ مثال[1]

ایک دن جب حضرتِ اقدسؑ بڑے مصروف تھے
پاس ہی بکھرے پڑے تھے سب ضروری مَسْودے[2]
اِس قدر مصروف، اپنے آپ تک سے بے خبر
اِک عجب رفتار سے جھڑتے تھے خامہ سے گہر
حضرتِ محمودؓ[3] ایدہ اللہ اپنے چند ہم عمروں کے ساتھ
آ گئے اُس جا کہیں ڈالے ہوئے ہاتھوں میں ہاتھ
جانے اُس دن طبع موزوں میں گئی تھی کیا سما
سب ضروری کاغذوں کو نذرِ آتش کر دیا

---

[1] از "سیرۃ النبیؑ" مصنفہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی

[2] صحیح لفظ مسوّدہ ہے لیکن ضرورت شعری کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے۔ ثاقب

[3] جب لڑکپن ابھی پورے جوبن پر نہ تھا۔

اور جلا کر راکھ کر ڈالے وہ سب رشحاتِ فکر
جن میں نامعلوم کن انمول ہیروں کا تھا ذکر
چند لمحوں تک یہ منظر لُطف کا باعث رہا
لیکن اس کے بعد ہر معصوم خائف ہو گیا
یہ تماشہ ہو چکا، لیکن مسیحِؑ ذی وقار
اپنی ہی دھن میں رہے مشغول اور مصروفِ کار
تھوڑے عرصے بعد جانے کیا ضرورت ہو گئی
حضرتِ اقدس کی بھی اوراق سے گردن اُٹھی
اور بچوں سے طلب فرمائے اپنے مَسْوَدےؔ[۱]
کون بتلاتا کہ آخر وہ جواہر کیا ہوئے
آخرِ کار ایک نے بڑھ کر بصد خوف عرض کی
اس جسارت کے تو بانی ہیں میاں محمودؓ ہی
جس نے یہ فقرہ سُنا، حیران و ششدر رہ گیا
آنکھوں آنکھوں میں ہراس و خوف کا طوفاں اُٹھا

---

[۱] صحیح لفظ مسوّدہ ہے لیکن ضرورت شعری کے لئے مَسْوَدہ استعمال کیا گیا ہے۔ ثاقب

جانے گھر بھر کی فضا اب ہو کے رہ جائیگی کیا
کیا ملیگی حضرتِ محمود ایدہ اللہ کو اس کی سزا
لیکن اس عفوِ مجسّم پر یہ جان و دل فدا
مُسکرا کر جس نے آخر کار بَس اِتنا کہا
جو ہُوا اچھّا ہُوا، اُس کو یہی منظور تھا
اِس سے بہتر اَب ہمیں مضموں سُجھائیگا خُدا
ہم نے ابنائے زمانہ کی بھی دیکھی ہے روش
لکھتے وقت اپنے تخیّل تک سے پیہم چپقلش
اِک ذراسی بات پر طوفان سا دینا اُٹھا
اَدنیٰ اَدنیٰ سہو پر گھر کی بدل دینا فضا
ایسی شانِ عفو دنیا نے ہے کب دیکھی سُنی
نام کو بھی گویا قہر و غیظ کی عادت نہ تھی
یہ یقیناً ایلچی تھا حضرتِ غفّار کا
اور نمائندہ حقیقی احمدؐ مختار کا
ہیں کہاں، آئیں! علمبردار اخلاقِ کمال
اور دیکھیں یہ ہے خاص الطاف ربّ ذوالجلال

چراغ الدّین جمّونی

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا ایک بیّن نشان!

مہدئ موعود جس کی شان وجہ احترام
فیض سے جس کے نظر آتا ہے دیں کا اہتمام
منتشر جس نے کئے اِن بد نہادوں کے مزاج
یہ خدا سے دُور مُلّا، قائل رسم و رواج

وہ جو آیا حسبِ ارشادِ محمّد مصطفیٰ
پاک کر دی جس نے سب شرک و توہم کی فضا

اُس کے آنے سے ہُوا رازوں کا کلّی انکشاف
پیٹ کے بندے ہوئے اللہ کے بندے کے خلاف
مُلحد و کافر اسے کہنے لگے سب بد تمیز
شانِ یزداں کے مخالف اور شیطاں کے عزیز

تھا انہی میں ایک جموّں کا بد آہنگ[1] و شریر
نام کو تو تھا چراغِ دیں، مگر اندھا حقیر
میرزا صاحب کو وہ دجّال بھی کہتا رہا
مفتری و کاذب و بطّال بھی کہتا رہا
جب قضا آئی پڑا جب زندگی میں انتشار
جوش میں جب آگیا دریائے قہرِ کردگار
ایک لمحہ بھی نہ پایا معذرت کے واسطے
اُٹھ سکے نہ ہاتھ تک بھی مغفرت کے واسطے
وہ مسیحِ وقت کے شیدائیوں میں تھا کبھی
کام بھی اخلاص کے اُس نے کئے شاید کئی

---

[1] بدقسمت چراغ دین جو پہلے حضور کی جماعت میں داخل تھا اس وجہ سے ہلاک ہوا کہ وہ جھوٹا دعوے کرتا تھا۔ کہ اس کو الہام ہوا ہے کہ وہ رسول ہے اور مرسلین میں سے ہے۔ اور حضرت عیسیٰؑ نے اس کو ایک عصا دیا ہے کہ تا دجال کو اس سے قتل کرے اور حضورؑ کو نعوذ باللہ من ذالک دجال ٹھیرایا اور اپنی دُعا کے مطابق جو اُس نے حضور کے حق میں کی تھی۔ ۴ راپریل ۱۹۰۶ء کو معہ اپنے دونوں بیٹوں کے ہلاک ہو گیا۔ مصنف

یہ روایت ہے بڑا مخلص، بڑا عابد تھا وہ
سالکِ راہِ طریقت تھا، بڑا زاہد تھا وہ

وہ مسیحِ پاک کا تھا اک مریدِ معتبر
جسکو شیطاں نے کیا غرقِ ضلالت سربسر

شاید اُسکو اُس کے زعمِ زُہد نے بھٹکا دیا
وہ جو بے بنیاد الہاموں کی رَو میں بہ گیا[1]

کبر سے گمراہ ہونے میں نہیں لگتی ہے دیر
لفظ مُرتَد و مُرید، اِن میں ہے دو نقطوں کا پھیر

عاجزی کا جو ہوا قائل بنا اصلی مُرید
خاکساری ہی تو ہے بابِ ارادت کی کلید

عجز جب رخصت ہوا، انسانِ مُرتد ہو گیا
کُفر کامل جاگ اُٹھا، ایمان کامل سو گیا

مہدیِ موعودؑ کی خدمت ہوئی اُس پر گناہ
بندۂ شیطاں کا ہوتا کیسے یزداں سے نباہ

---

[1] چنانچہ اُس کا الہام تھا اِنّیْ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ - افسوس لوگ قبل تزکیہ نفس کے حدیث النفس کو ہی الہام قرار دیتے ہیں اور آخر کار ذلّت اور رسوائی سے اُن کی موت ہوتی ہے۔ (مصنف)

دین سے بے دیں ہوا ، بے دین سے دیں کا حریف
مصطفیٰ کے دین کا دشمن ، یہ فطرت کا کثیف

ابنِ مریم خود کو سمجھا ، اور یوں گویا ہوا !
میرا حامی ہے خدائے دو جہاں اے میرزا !
یہ بتایا ہے مجھے اللہ نے الہام میں
کوئی سچائی نہیں ہرگز ترے پیغام میں
تُو فقط دجّال ہے اور میں مسیحِ پاک ہوں
یہ خدائی جوش ہے جو اِس قدر بیباک ہوں
مہدئ موعود میں ہوں جس کے آنے کی خبر
دے گئے ہیں حضرتِ خیر الرسل خیر البشر
الغرض خود کو بتایا اُس نے اللہ کا رسول
دبدبے سے اُس نے کی اپنی بیاں شانِ نزول
جب سُنی حضرت نے جھوٹی کی یہ سب قیل وقال
آپ کو بے حد ہوا اُس کے تغیّر پر ملال
لیکن اِس کے بعد پھر آیا طبیعت میں وہ جوش
جس کے آگے ہو گیا ہنگامۂ باطل خموش

ہو گیا قرطاس پر فوراً علَم تیغ قلم

اِک رسالہ[1] ہو گیا تائیدِ یزداں سے رقم

اور جواب اس کے دعاوی کا مدلّل لکھ دیا

جس کی پوری شرح ہے معیارِ اہل الاصطفاء

اور فرمایا مرا ناصر ہے وہ میرا حبیب

جس کا یہ ارشاد ہے "اِنّی اُذِیْبُ مَنْ یُّرِیْبُ"[2]

اُس[3] نے منارہ مسیح کے نام سے لکھی کتاب

اور بھی اپنی حماقت کو کیا یوں بے نقاب

جس میں لکھّا حضرت عیسیٰؑ نے مجھ کو اک عصا

اس لئے بخشا ہے تا دجّال کو مَیں دُوں مِٹا

---

[1] یہ رسالہ صرف چراغ دین جمّونی کی لاف دگزاف کے جواب میں لکھّا گیا تھا "مصنف"

[2] "مَیں فنا کر دونگا۔ مَیں غارت کر دونگا۔ مَیں عذاب نازل کر دونگا" تفصیل کے لئے دیکھو رسالہ "دافع البلاء فی معیار اہل الاصطفاء" ص۲۳ حاشیہ

[3] چراغ الدین جمونی مراد ہے۔

اک برس کے بعد پھر اک دوسری[۱] لکھی کتاب
جس میں اپنی شان ظاہر کی بصد قہر و عتاب

جمّونی کی دُعا

اور آخر میں خُدا کی بارگہ میں کی دُعا[۲]
مانتا ہوں میں کہ تُو ہے مالکِ ارض و سما

۱ھ "منارۃ مسیح" کی تصنیف کے ایک سال بعد حضور علیہ السّلام کو دجّال ثابت کرنے کیلئے ایک اور کتاب لکھی اور لوگوں کو بار بار یاد دلایا کہ یہ وہی دجّال ہے جس کے آنیکی خبر حدیث صحیح میں موجود ہے۔

۲ھ۔ چونکہ غضب الہٰی کا وقت قریب آگیا تھا۔ اِس لئے اُس نے ایک دوسری کتاب میں مباہلے کی دُعا لکھی اور جناب الہٰی میں دُعا کر کے حضور علیہ السلام کی ہلاکت چاہی اور آپ کو ایک فتنہ قرار دیکر دُعا کی کہ تُو اِس فتنۂ ناچیز کو دنیا سے اُٹھا دے۔ یہ عجیب قدرتِ حق اور عبرت کا مقام ہے کہ جب مضمون مباہلہ اس نے کاتب کے حوالے کر دیا تو وہ کاپیاں ابھی پتھر پر نہیں جمی تھیں۔ کہ اُس کے دونوں لڑکے طاعون میں مبتلا ہو کر مر گئے اور آخر کار ۴ اپریل ۱۹۰۶ء لڑکوں کی موت کے دو تین دن بعد طاعون میں مبتلا ہو کر مر گیا اور لوگوں پر ظاہر کر گیا کہ صادق کون تھا اور کاذب کون!

اے کہ ذرّے ذرّے پر کندہ ترا ہی نام ہے
اے کہ تیرے بس میں دورِ گردشِ ایّام ہے
اے کہ تو ہر قسم کی مخلوق کا معبود ہے
تیرے ہی دم سے نظامِ دو جہاں موجود ہے
اے کہ ہیں محتاج تیرے سب گدا و بادشا
تیرے ہی محکوم ہیں سب انبیاء و اولیاء
اے کہ تُو ہے خالقِ اکبر، تو ہی مختار ہے
تُو توکّل کے ہے قابل، اور تو ہی غفّار ہے
تُو نے ہی بھیجے محمّد ﷺ خاتمِ پیغمبراں
تیرے لطف و فیض سے قائم ہیں یہ دونوں جہاں
اب میں حاضر ہوں تری درگہ میں باعجز و نیاز
ہر گذارش کو مری منظور کر اے کارساز
یہ ترا فضل و کرم ہے جو بصد فضل و عطا
خدمتِ اسلام کی خاطر مجھے تُو نے چُنا
تُو نے ہی وہ علم بخشا ہے مجھے اے ذوالجلال
جس کو تیرے زعم پر کہتا ہوں قطعی بے مثال

جانتا ہے تُو، یہاں اک اور بھی ہے بے یقیں
میرے دعووں پر ابھی ایمان جو لایا نہیں
وہ نبوّت اور رسالت کا بھی دعویدار ہے
وہ نہیں پہچانتا مجھکو، بڑا ہشیار ہے
وہ یہ کہتا ہے کہ یہ طاعون اور یہ زلزلے
میری ہی تائید کی خاطر ہیں سب برپا ہوئے
ابن مریم کی، محمدؐ کی، گرا تا شان ہے
وہ نہیں پہچانتا اللہ کو، انجان ہے
چاہتا ہوں میں کہ اِس گمراہ کی تادیب ہو
اور یُوں عظمت عطا ہو تیرے اِس ناچیز کو
جانتا ہے تُو کہ تیرے لُطف کا قائل ہوں میں
ابنِ مریم ہوں، ترے پیغام کا حامل ہوں میں
بس اُٹھا دستِ کرم، اور اِک نگاہِ لُطف کر
انبیاء کی تیرے ہے تحقیر اِس میں سر بسر
تیرے وعدے سچے، اور تیرے ارادے لازوال
ہے مکمل تیری قدرت، شان تیری بے مثال

اے کہ تُو شاہوں کو لحظہ بھر میں کرتا ہے گدا
حق و باطل اَب ہیں تیرے سامنے کر فیصلہ
کافر و دجّال کو تُو نیست اور نابُود کر
اِس طرح تو میری نصرت اے مرے معبود کر

خُدائی فیصلہ

یہ دُعا وہ تھی کہ جس سے سب کے دل تھرّا گئے
بعض کم فہموں پہ گُمراہی کے بادل چھا گئے
لیکن ان لفّاظیوں سے وہ خدائے کارساز
خوب سمجھا اُس لعینِ بد زباں کے دل کا راز

اِک کرشمہ میں کیا مولا نے اصلیّت کو فاش
ہو گیا دشمن کا ایوانِ تکبّر پاش پاش

یہ دُعا موعودؑ کے حق میں جو جمّونی نے کی
اسکی کاپی بھی نہ تھی چھاپے کے پتھر پہ جمی

دفعتہً قدرت نے ظاہر کر دیا اپنا نشاں
جس سے رازِ حق و باطل ہو گیا بالکل عیاں
اُسکے بیٹے ہو گئے طاعون سے یکدم ہلاک
اور ہوا پھر جلد اس ملعون کا قصہ بھی پاک
یہ الٰہی کام ہیں اور یہ خُدا کے معجزات
جس کی قدرت سے دمکتی ہے جبینِ کائنات
جس کی لاٹھی بے صدا ہے جو بوقتِ اِنتقام
نامور شاہوں کو کرتا ہے گداؤں کا غلام

کاش اِس زرّیں نشاں سے مولوی کچھ لیں سبق
اور اُلٹیں اِس کتابِ زندگانی کے ورق

عظیم الشّان پیشگوئی

سعد اللہ لودھیانوی کی حقیقت :-

جانبِ پنجاب اُٹھّا ہے مِرا رنگیں قلم
اے خُدا توفیق دے کر دُوں میں اصلیّت رقم
آج ہے پیشِ نظر اِک بد زباں کی داستاں
چاہتا ہے خامۂ ثاقبؔ حقیقت ہو عیاں
کفر و ایماں کے ہر اک پہلو کا کر دوں انکشاف
کِس طرح بے دین کرتے ہیں خُدا سے انحراف
کِس طرح اُن کو نہیں بھاتی حقیقت کی صدا
بُغض کیونکر دل کو کر دیتا ہے بے نُور وضیاء
معصیت کے کس طرح چلتے ہیں جھکّڑ چار سُو
اور دامِ کبر میں پھنستے ہیں کیونکر کینہ جُو
کس طرح لیتا ہے وہ قہّار اپنا انتقام
اور کیونکر منتشر ہوتا ہے نخوت کا نظام

لودھیانے[1] میں تھا سعد اللہ[2] نامی آدمی

خود کو جو سمجھے ہوئے تھا اک گرامی مولوی

اُس کو اپنے علم و حکمت پر بڑا ہی زعم تھا

یہ روائت ہے، کہ ظاہر میں بڑا تھا پارسا

سازشوں کے والۂ و شیدا یہ مُلّا خرقہ پوش

سب تھے اُس نومسلمِ کم فہم کے حلقہ بگوش

جان لیجے اُس کو اُن کا سربرآوردہ امیر

انبیاء کو گالیاں دینے میں تھا ان سب کا پیر

حضرتِ اقدسؑ نے جب دعوٰیٔ نبوّت کا کیا

کینہ پرورسُن کے اُسکو لال انگارہ ہوا

پھر وہ تھا، اور گالیوں کی پُر عفونت بارشیں

آئے دن حضرتؑ کی نسبت بے حقیقت سازشیں

---

[1] لودھیانہ بیاس کے پاس پنجاب کا ایک ضلع اور مشہور شہر ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے باب اللہ بھی لکھا ہے۔

[2] سعد اللہ لدھیانوی نومسلم جس کی ہلاکت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا تھا۔ (مصنف)

لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الکَاذِب تو اُس کا وِرد تھا

گالیاں وہ آپ کو دیتا تھا ظالم برملا

اِس قدر گندہ زبانی[1] الامان و الحذر

جس کو سُنکر سانپ کے بچّے کا جل جائے جگر

ہیچ تھا بُوجہل بھی اِس فن میں اُس سے بیگماں

موت کے لمحات تک چلتی رہی اُس کی زباں

آپ فرماتے ہیں وہ اِس فن میں اِتنا طاق تھا

خامشی کا ایک لمحہ تک بھی اُس کو شاق تھا

---

[1] اُس کی ہزلیات میں سے کچھ بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔ نعوذ باللہ من ذالک :-

"قادیانی۔ رافضی۔ بے پیر۔ دجّال۔ یزید۔ اس کے مرید یزید۔ خانہ خراب۔ فتنہ گر۔ ظالم۔ تباہ کار۔ روسیاہ۔ بے شرم۔ احمق۔ کاذب۔ خارجی۔ بھانڈ۔ یاوہ گو۔ غبی۔ بدمعاش۔ لالچی۔ جھوٹا۔ کافر۔ ملحد و دجالی حمار۔ اخنس۔ بکواسی۔ بدتہذیب۔ مشرکانہ خیال کا آدمی۔ اُس کا گاؤں منحوس ہے۔ اُس کی دجالیاں اور مکاریاں اظہر من الشمس۔ اُس کی کتابیں دین اور ایمان کا ازالہ کرنے والی ہیں۔" ("نظم حقانی" موسومہ بہ "شرائر کادیانی" مشتہرہ سعد اللہ۔ ۲۲ر شعبان ۱۳۱۳ھ ہجری) نعوذ باللہ من ذالک الخرافات والھزلیات۔

انبیاء و اولیاء گو ہو چکے ہیں بے شمار

اُن کے وقتوں میں ہوئے پیدا ہزار دل بد شعار

اُن کا سعد اللہ کو سردار کہنا ہے بجا

ایسا بیہودہ نہیں اَب تک کبھی پیدا ہُوا

آپ نے تب بارگاہ ایزدی میں کی دُعا

اور اُس کے واسطے الہام اک نازل ہُوا

تشنۂ تکمیل رہ جائیں گے اُس کے اہتمام

اب خدائے دو جہاں خود اُس سے لیگا انتقام

کاٹ دیگا جڑ سے اُس کو کِبر و نخوت کا تبَر

آ نہیں سکتا ہے شاخِ بد نہادی میں ثمَر

---

۵ ”حق سے لڑتا رہ آخر اے مُردار تُو دیکھیگا۔ کہ تیرا انجام کیا ہوگا۔ اَے عدو اللہ! تو مجھ سے نہیں خدا سے لڑ رہا ہے۔ بخُدا مجھے اِسی وقت ۲۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کو تیری نسبت یہ الہام ہُوا ہے کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ اس الہامی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ سعد اللہ جو تجھے اَبتر کہتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ تیرا سلسلہ اولاد اور دوسری برکات کا منقطع ہو جائیگا۔ ایسا ہرگز نہیں ہو گا بلکہ وہ خود ابتر رہے گا۔ (انعامی اشتہار مشتہرہ ۵ راکتوبر ۱۸۹۴ء صہ ۱۲ ”انوار الاسلام“)

آپ نے اس پیشگوئی[1] کی اشاعت خوب کی
مچ گئی جس سے دماغِ بد زباں میں کھلبلی

خوب بپھرا، تن گیا، پہلے سے بھی وہ بے شعور
بڑھ گئے حد سے زیادہ قلب میں کبر و غرور

بغض و کینہ نے اُسے اب اور بھی بھڑکا دیا
حضرتِ اقدس کی نسبت سازشیں کرنے لگا

جانتے ہیں نیک فطرت اور طبیعت کے حلیم
دل کے اندھوں کو نہیں ملتی صراطِ مستقیم

---

[1] آپؑ نے اس الہامی پیشگوئی کو عربی اشعار میں بھی لکھا جو کتاب "انجام آتھم" میں درج موجود ہیں جن میں سے نمونۃً دو شعر ملاحظہ فرمایئے :-

یا لاعنی انّ المھیمن ینظر — خف قہر ربّ قادرٍ مولائی
اے مجھ کو لعنت کرنیوالے! خُدا تجھے دیکھ رہا ہے — اُس خُدا کے قہر سے خوف کر جو میرا قادر آقا ہے۔

انّی اراک تمیس بالخیلاء — انسیت یوم الطعنۃ النجلاء
میں تجھے دیکھتا ہوں کہ ناز اور تکبّر کے ساتھ تو چلتا ہے — کیا تجھے وہ دن یاد نہیں آتا کہ جب تو طاعون نما کرنے والے کیساتھ ہلاک ہوگا

(پوری نظم تتمہ حقیقۃ الوحی صـــ۱۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔ منہ)

انبیاء و اولیاء گو ہو چکے ہیں بے شمار

اُن کے وقتوں میں ہوئے پیدا ہزار دل بدشعار

اُن کا سعد اللہ کو سردار کہنا ہے بجا

ایسا بیہودہ نہیں اَب تک کبھی پیدا ہُوا

آپ نے تب بارگاہ ایزدی میں کی دُعا

اور اُس کے واسطے الہام[۱] اک نازل ہُوا

تشنۂ تکمیل رہ جائیں گے اُس کے اہتمام

اب خدائے دو جہاں خود اُس سے لیگا انتقام

کاٹ دیگا جڑ سے اُس کو کبر و نخوت کا تبَر

آ نہیں سکتا ہے شاخِ بد نہادی میں ثمر

---

[۱] "حق سے لڑتا رہ آخر اے مُردار تُو دیکھیگا۔ کہ تیرا انجام کیا ہوگا۔ اَے عدو اللہ! تو مجھ سے نہیں خدا سے لڑ رہا ہے۔ بخُدا مجھے اِسی وقت ۲۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کو تیری نسبت یہ الہام ہُوا ہے کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ اس الہامی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ سعد اللہ جو تجھے اَبتر کہتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ تیرا سلسلہ اولاد اور دوسری برکات کا منقطع ہو جائیگا۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ وہ خود ابتر رہے گا۔ (انعامی اشتہار مشتہرہ ۵ اکتوبر ۱۸۹۴ء صفحہ ۱۲ "انوار الاسلام")

آپ نے اس پیشگوئیؐ کی اشاعت خوب کی
مچ گئی جس سے دماغِ بد زباں میں کھلبلی
خوب بپھرا، تن گیا، پہلے سے بھی وہ بے شعور
بڑھ گئے حد سے زیادہ قلب میں کبر و غرور
بغض و کینہ نے اُسے اب اور بھی بھڑکا دیا
حضرتِ اقدس کی نسبت سازشیں کرنے لگا
جانتے ہیں نیک فطرت اور طبیعت کے حلیم
دل کے اندھوں کو نہیں ملتی صراطِ مستقیم

لہ آپؑ نے اس الہامی پیشگوئی کو عربی اشعار میں بھی لکھا جو کتاب "انجام آتھم" میں درج موجود ہیں جن میں سے نمونۃً دو شعر ملاحظہ فرمایئے :-

یا لاعنی انّ المهیمن ینظر	خف قهر ربّ قادرٍ مولائی
اے مجھ کو لعنت کرنیوالے! خدا تجھے دیکھ رہا ہے	اُس خدا کے قہر سے خوف کر جو میرا قادر آقا ہے۔
انّی اراک تمیس بالخیلاء	انسیت یوم الطعنة النجلاء
میں تجھے دیکھتا ہوں کہ ناز اور تکبّر کے ساتھ تو چلتا ہے	کیا تجھے وہ دن یاد نہیں آتا کہ جب تجھ کو طاعون زخم نیزہ لگے گا ہلاک ہوگا

(پوری نظم تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔ منہ)

وہ حضورِ پاک کی نسبت دُعا[1] کرنے لگا

اَے خُدائے دو جہاں اے خالقِ ارض و سما

جلد تر اِس بندۂ بے باک کو برباد کر

اور اپنے مومنوں کے چشم و دل کو شاد کر

یُوں علی الاعلان اُس نے یہ خبر کی مشتہر

میرزائے قادیان طاعون سے جائے گا مر

اُس کی اُمت اور ساری محفلیں بھی جلد ہی

قہرِ یزدانی سے قطعاً بے نشاں ہو جائیں گی

---

[1] وہ دُعا یا بددُعا یا پیشگوئی یہ ہے:۔

اخذ یمین و قطع وتین است بہر تو ؛ بے رونقی و سلسلہ ہائے مزوّری

اکنوں بابہر اصطلاح شما نام ابتلا است ؛ آخر بروز حشر دبایں دار خاسری

یعنی کہ خدا کی طرف سے تیرے لئے مقدّر ہو چکا ہے۔ کہ خدا تجھے پکڑے گا اور تیری رگِ جان کاٹ دیگا۔ مرنے کے بعد یہ جھوٹا تیرا سلسلہ تباہ ہو جائیگا۔ اور اگرچہ تم لوگ کہتے ہو کہ ابتلا بھی آیا کرتے ہیں۔ مگر آخر تو حشر کے دن اور نیز اِس دنیا میں زیاں کار اور نامراد مریگا۔ اور پھر بعد اس کے آیت لو تقول علینا لکھکر کہتا ہے کہ تو ہر جگہ ذلت پائیگا۔ اور اِس جہاں اور اُس جہان میں تیرے لئے عزت نہیں بمنہ

اُس کے اپنے خانداں پر آئے گا دَورِ خزاں
اور مِٹ جائیگا کُلی طور پر نام و نشاں
ہو گیا مصروف خود عقدِ پسر کی فکر میں
اُس کی شادی کیلئے کیں ہر طرح کی کوششیں

تا کرے ثابت غلط موعودؑ کے الہام کو
اور فوقیّت ملے سچّائی پر الزام کو

لیکن اِس سازش سے وہ خالق نہ راضی ہو سکا
سوچتا تھا جو وہ بدکردار وہ اچھا نہ تھا
اُس کا ہی فرمان تھا اَبتر کرے گا وہ اُسے
کِس طرح ممکن تھا وہ اپنے کہے کو ٹال دے

اُس نے خود سینچا تھا نخلِ احمدیّت جب بھلا
کِس طرح پھر قہر سے اپنے اُسے وہ روندتا

لائی ہر اِک صبح اُمّت کے اضافے کی نوید
جوق در جوق آئے بیعت کیلئے مخلص مُرید

اور جماعت سرسبز حسن کی تباہی کے لئے
حملے سعد اللہ نے لاکھوں کئے بھتے پے بہ پے

دن بدن، ساعت بساعت، اور بھی بڑھتی گئی
اور پہلے سے زیادہ فضل کی وارث ہوئی

دوسری جانب وہ سعد اللہ بدخو، بد خصال
جس کو تڑپاتا تھا ہر دم اپنے بیٹے کا خیال

؎ اُس کی دلی حسرتوں کو ظاہر کرنے کے لئے مندرجہ ذیل فارسی اشعار جو اُس کی مناجات بنام قاضی الحاجات میں سے لئے گئے ہیں۔ کافی ہیں ؎

جگر گوشہ ہا دادی اے بے نیاز ؎ دلے چند زاں ہا گرفتی تو باز
دلے من بنعم البدل شاد کُن ؎ بلطف از غم و غصہ آزاد کُن
ز ازواج و اولادم اے ذوالمنن ؎ بود ہر یکے قرۃ العین من
جگر پارہائے کہ رفتند پیش
ز مہجوری شاں دلم ریش ریش

اور بالآخر جنوری ۱۹۰۷ء کو پہلے ہفتہ میں اِن تمام دعاؤں سے نامراد ہو کر طاعون سے جو ایک قسم کی آگ ہے جلکر مرگیا۔ منہ

جس کی نسبت پیشگوئی تھی حضورِ پاک کی
پھول پھل سکتی نہیں ہے شاخ اس بیباک کی
دیکھ کر اپنے پسر کو ابتر و پسماندہ حال
انتہائی یاس و ناکامی سے ہو کر پائمال
آتشِ طاعون کے شعلے میں جل کر مر گیا
دہر میں مہدی کی سچّائی کو روشن کر گیا

جو خدا کے انبیاءؑ کی پیروی کرتا نہیں
اور جو قہرِ خدائے پاک سے ڈرتا نہیں
اُس کا ہے انجام بس مہلک تریں خونخوار موت
زندگی بھی اُس کی ہے بے سود، اور بے کار موت

لطفِ مکمّل

اپنے خدّام پر لطف و کرم کی ایک ادنیٰ مثال

ہمنشیں کچھ اور سُن ذکرِ حبیبِ پاک[۱] باز
کسقدر پُر لطف ہے یہ وارداتِ سوز و ساز
آ ! ادا کرتے دِکھاؤں شمع کو حقِ وفا
پھول کو بُلبل کی خاطر مضمحل، بیتاب سا
دیکھ دِل کی آنکھ سے عشقِ حقیقی کی چمک
قلبِ آقا میں غلاموں کی محبّت کی کسک
ایک دن جب جُون کی گرمی تھی ہر سُو حکمراں
لے رہی تھی لُو غرور و ناز سے انگڑائیاں
بستیوں پر آسماں سے یُوں برستے تھے شرر
پستیوں میں جیسے خود خورشید آیا ہو اُتر
اہلِ خانہ بھی مسیحِ پاک[۲] کی گھر پر نہ تھیں
حضرتِ عبدالکریم[۳] انا رہی جا سوئے کہیں

۱؎ حضور علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ فرماتے ہیں، مَیں سویا رہا کچھ دیر تک
ایک میٹھی نیند میں کھویا رہا کچھ دیر تک

سوتے ہی سوتے یُونہی کروٹ جو لی اِک ناگہاں

رُوح تک تھرّا اُٹھی، دیکھا وہ الفت زا سماں

میرا ہر جذبہ غریقِ بحرِ حیرت ہو گیا
کائنات دل کا ہر ذرّہ محبّت ہو گیا
گُم ندامت میں مری ہر جانفشانی ہو گئی
شرمساری سے عقیدت پانی پانی ہو گئی

مَیں نے دیکھا، وہ مسیحِ پاکؑ، وہ عالی گہُر

پاس ہی لیٹا ہُوا تھا چُپ بساطِ خاک پر

کپکپاتا سا تخیّل ذہن پر حاوی ہُوا
آسماں نیچے، زمیں اوپر، یہ کیا اندھیر تھا
ہڑبڑا کر مَیں اُٹھا، تو آپ فرمانے لگے
مولوی صاحب ہُوا کیا؟ آپ فوراً جاگ اُٹھے

عرض کی مَیں نے مرے آقا! یہ کیسا انقلاب
کِس طرح ہونگا خدا کی بارگہ میں کامیاب

اِتنی گستاخی کہ جب خادم ہوں مَیں، آقا ہیں آپ
میری ہستی کیا ہے اِک قطرہ ہوں مَیں، دریا ہیں آپ

سُن کے یہ حضرت نہایت پیار سے گویا ہوئے
صحن میں بچے زیادہ شور و غُل تھے کر رہے
آگیا مَیں اِس جگہ تا آپ کا پہرہ بھی دوں
اور انہیں تاکید خاموشی کی بھی کرتا رہوں
یہ ادا تھی، میرے پیارے کی، یہ وہ انداز تھا
جس سے اُس نے اک جہاں کو اپنا گرویدہ کیا

جس سے اپنے اور بیگانے کھنچے آتے رہے
سینکڑوں دُھونی رما کر قادیاں کے ہوگئے

ایک واضح صداقت!

فقیر مرزا دوالمیالی کی ہلاکت اپنے اقرار نامے کے مطابق

زورِ گمراہی

جب ہو زورِ گمرہی، سفّاکیوں کا دَور ہو
نت نئے ظلموں کا اور بیباکیوں کا دَور ہو
گلشنِ عصیاں میں جب ہو چار سُو رنگِ بہار
قوم کی حالت زبوں ہو اور دیں ہو بے وقار
دین کے احکام کی تعمیل جب ہو ناگوار
عجز پر غالب ہُوا ہو جب تکبّر کا شکار
ہر کوئی نام عمل سے بیدل و بیزار ہو
سَرکشی جب اِتقا سے برسرِ پیکار ہو
جب گنہگاری ہی رہ جائے بُرائی کا نشاں
اُڑ رہی ہوں دامنِ صدق و صفا کی دھجّیاں

کفر کی لعنت ہی جب ہو جائے مردوں کی سرشت

جب ہوں ویراں مسجدیں، آباد ہو جائیں کنشت[1]

ہر گلی اور ہر محلے کا ہو جب اپنا خدا

ہر بشر جب ہو رہا ہو بندۂ حرص و ہوا

جھوٹے پیروں ہی سے کھلتی ہو مرادوں کی کلی

بزمِ دینداری میں جب پھیلی ہوئی ہو ابتری

الغرض جب دین و ایماں کی کوئی عزت نہ ہو

باپ، ماں، بیٹی، بہن، کی آنکھ میں حرمت نہ ہو

کائناتِ دیں ہو جب اک عالمِ بے کاخ و کو

میکدے آباد ہوں گردش میں ہوں جام و سبو

جب سیہ کاری و میخواری ہو دنیا کا شعار

اُس گھڑی پھر کون سنتا ہے پیامِ کردگار

جب یہ عالم ہو گیا اِس عالمِ موجود کا

گونج اٹھا نعرہ فضا میں مہدئ موعودؑ کا

درہمی و برہمی

محفلِ عیش و طرب میں مچ گئی اِک کھلبلی
وہ نوائیں، وہ ترنم زا فضا، برہم ہوئی
پیر بھی غرّائے کچھ جوہر دکھانے کے لئے
پے بہ پے حملے کئے، اُسکو مٹانے کے لئے
بھنگ کے دلدادہ و شیدا، یہ تکیوں کے فقیر
یہ جفا پیشہ، یہی بے دین، مِلّت کے امیر
لے کے انگڑائی اٹھے پلنگ میں اور گویا ہوئے
تجھ سے لاکھوں مہدیٔ موعود آئے اور گئے
ہم تو ہیں اللہ کے بندے ہمیں معلوم ہے
موت کا خونخوار چنگل ہی ترا مقسوم ہے
کاش ظالم جانتے! اَیسا خیال اچھا نہیں
بندگانِ حق سے نفرت کا مآل اچھا نہیں
پاک بندوں سے خُدا کے جو کوئی ٹکرائے گا
پہلی ہی ٹکّر میں وہ سیدھا جہنم جائے گا

فقیر مرزا اِسی زُمرہ سے تھا

نام کا ملہم انہی میں سے تھا اِک مرزا فقیر[1]
خود کو جو سمجھے ہوئے تھا ایک پیرِ دستگیر
اپنے اس اندھے نشے میں وہ فقیرِ بے خبر
اک وہاں کے احمدی[2] کی جا ڈٹا دہلیز پر
اور یُوں کہنے لگا، مَیں صاحب الہام ہوں
بارگاہِ ایزدی میں موردِ اکرام ہوں
مجھ کو حاصل ہے نبی کی بھی زیارت کا شرف
سامنے میرے ہیں ہر ساعت مدینہ اور نجف
عرشِ اعظم کی بلندی پر ہوا میرا گذر
کردگارِ پاک سے مَیں نے یہ پائی ہے خبر
یہ غلام احمد، مسیحِ قادیاں، یہ میرزا
جس کا پیرو بن کے تُو نے اپنا دیں ضائع کیا

---

[1] فقیر مرزا ولد فیض بخش قوم اوان سکنہ دوالمیال علاقہ کہون تحصیل پنڈ دادنخاں ضلع جہلم۔
[2] حکیم کرمداد صاحب احمدی جو ضلع جہلم میں معزز زمیندار تھے اور موضع دوالمیال ضلع جہلم میں رہتے تھے۔

یہ ہے جھوٹا اور سراسر اس کا دعویٰ افترا
اپنے کذب و دجل کی یہ جلد پائیگا سزا
یہ تو مِٹ جائیگا ستائیس[1] تک رمضان کی
دیکھ لو گے تم اِنہی آنکھوں سے اُسکی بے بسی
یہ اگر اللہ کے قہر و غضب سے بچ رہے
پتھروں سے تم اُڑانا جسم کے ٹکڑے مِرے
قتل کر دینا مجھے یا اور کچھ دینا سزا
کہہ رہا ہوں اِن معزز ہستیوں[1] سے برملا
مَیں یہ اک اقرار نامہ[2] لکھ کے دیتا ہوں تمہیں
تا نہ میرے قتل پر وارث مِرے حجت کریں

---

[1] و [2] اقرار نامہ جو اُس نے گاؤں کے تمام نمبرداروں کے روبرو لکھا درج ذیل ہے:-

"منکہ مرزا ولد فیض بخش قوم اوان سکنہ دوالمیال علاقہ کہون تحصیل پنڈ دادنخاں ضلع جہلم کا ہوں میں اس اقرار   کو روبروئے اشخاص ذیل لکھدیتا ہوں۔ مَیں نے بارہا خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ اور خود عرشِ معلّیٰ تک میرا گذر ہُوا۔ اور یہ مجھ پر ظاہر کیا گیا۔ کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ اور الہام کے ذریعہ مجھے جتایا گیا کہ (باقی بر صفحہ ۱۹۲)۔

سات رمضان المبارک کو یہ دعویٰ طے ہوُا
بال تک بھی میرے آقا کا نہ بیکا ہو سکا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۱ :- مرزا غلام احمد صاحب کا سلسلہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۱ ہجری تک ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔ اور بڑے سخت درجہ کی ذلّت وارد ہوگی۔ جسے تمام دنیا دیکھے گی۔ اگر یہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ یعنی اگر مرزا کا یہ سلسلہ اور عروج ۲۷ رمضان ۱۳۲۱ ہجری تک قائم رہا۔ یا ترقی کی تو مَیں ہر قسم کی سزا قبول کرنے کو تیار ہوں۔ اشخاص ذیل کو اختیار ہے۔ کہ خواہ مجھے سنگساری سے قتل کریں یا کوئی اور سزا مقرر کریں مجھے ہرگز انکار نہ ہوگا۔ اور نہ میرے وارثان کو اختیار ہے کہ میری سزا میں کسی قسم کی حجت پیش کرکے میرے سزا دینے والوں کے مزاحم ہوں۔ لہذا میں یہ چند سطور بطور اقرار نامہ لکھ دیتا ہوں کہ سند رہے اور کل مجھے انکار کی گنجائش نہ رہے۔ اور تمام دنیا میں حق و باطل کی تمیز ہو جاوے اور خلقِ خدا اس واقعہ سے سبق حاصل کرے خصوصاً میرے اہل شہر کو نہایت فائدہ مند اور عبرت ناک نظارہ ہے۔ پس ایک مہینے میں یہ فیصلہ ظاہر ہو جاوے گا۔ المرقوم ۷ رمضان المبارک ۱۳۲۱ ہجری۔

دستخط فقیر مرزا

دستخط دیگر ۲۳ نمبرداران و معززین شہر۔ منہ

وہ نبی تھا خود خدائے پاک کا بھیجا ہوا
دین کو اپنے کبھی رُسوا نہیں کرتا خُدا

نت نئے دن سلسلے میں لوگ آئے بیشمار
ہوگئی اِسطرح حضرتؑ کی صداقت آشکار

اِس پہ طُرّہ یہ کہ مولا نے دکھایا اک نشاں
اور یُوں اُس مفتری کی زندگی کی رائیگاں

اُس کے اِس دعویٰ کو جب اِک سال کا عرصہ ہُوا
عین اُسی تاریخ کو اقرار جب لکھا گیا

یعنی اگلے سال کے رمضان کی تاریخ سات
لائی اُس کے واسطے اللہ سے پیغامِ وفات[1]

مُبتلا طاعون میں ہو کر وہ ظالم مر گیا
اور نام مہدیٔ موعودؑ زندہ کر گیا

یہ روایت ہے کہ جب وہ مَر رہا تھا بد خصال
بند تھی اُس کی زباں اور خون سے آنکھیں تھیں لال

---

[1] یعنی وہ ملہم خود ہی اپنی پیشگوئی کے مطابق ۷ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ کو مر گیا۔ منہ

کر سکا ظاہر نہ دل کی اضطرابی کیفیت
اور نہ آنکھوں کے ذریعے ہو سکی کچھ معذرت
بیوی پہلے مر چکی تھی، بعد میں بیٹی مری
نیست و نابود گویا نسل ساری ہو گئی

کاش اس سے بے عمل عالم سبق حاصل کریں
گمرہی کو چھوڑ دیں، راہِ ہدایت پر چلیں

گہر ہائے کرم

چھیڑتا ہوں عندلیبِ خوشنوا کا ذکرِ خیر
تا دعاگوں کو کراؤں گلشنِ احمدؐ کی سیر
آہ! وہ نغماتِ الفت کی مسلسل برکتیں
ہر نظر میں وہ حقیقی عشق کی کیفیتیں
آنکھ کی ادنیٰ سی جنبش پر ہزاروں دِل نثار
اور پھر خدام کی خاطر وہ آقا بے قرار

جب تھے میکش بزمِ ساقی میں نہایت باریاب
جب نہ تھی پینے پلانے میں کوئی قیدِ حساب

وہ مجالس، وہ نوائیں، وہ ترانے، اور تھے
جب فلک سے ہُن برستا تھا زمانے اور تھے

مفتیٔ صادق[۱] بیاں کرتے ہیں اپنی داستاں
ایک دن میں از رہِ دیدار آیا قادیاں

اِس سفر میں میری بوڑھی والدہ بھی ساتھ تھیں
ہو چکا تھا جن کو حضرتؑ کی صداقت کا یقیں

اَب کے دل میں اک نہایت نیک نیّت لائی تھیں
یعنی بھیرے سے فقط بیعت کی خاطر آئی تھیں

رُوئے احمدؑ دیکھکر دل کو سکوں حاصل ہوُا
اور پہلے سے بھی حضرت پر یقیں کامل ہوُا

دیر تک ہم مہدیٔ موعود کو دیکھا کئے
ہاں بہت ہی دیر تک اُس نور کو تکتے رہے

---

[۱] حضرت مفتی محمد صادق صاحب، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقتدر صحابی۔

آخرش وقتِ رحیلِ کارواں بھی آ گیا
اور ہمیں ناچار حضرتؒ سے جُدا ہونا پڑا
وقتِ رُخصت حضرت اقدسؒ ہمارے ساتھ آئے
خادموں کے ساتھ پیدل دُور تک تشریف لائے
نیز کچھ کھانا بھی منگوایا ہمارے واسطے
تا سفر میں ہم نہ ہو جائیں پریشاں بھوک سے
مہتمم لنگر سے لیکن ایک کوتاہی ہوئی
اُس نے روٹی ویسے ہی ننگی مُننگی بھیج دی
حضرت اقدسؒ نے جب ڈالی اُچٹتی سی نظر
روٹی لے کے باندھ دی، اپنا عمامہ پھاڑ کر
ہائے! یہ شفقت، یہ اُلفت، یہ محبّت، یہ پیار
کیوں نہ دل قرباں ہونے کیلئے ہوں بیقرار
آ، اِدھر آ اے موشگاف! ادراک کی آنکھیں تو کھول
اِن گہرہائے کرم کو عدل کے کانٹے میں تول
کیا یہ آب و تاب میں بالکل وہی موتی نہیں
اِس سے پہلے جو نظر آئے تھے بطحا میں کہیں

فتح عظیم[1]

:- جان الیگزینڈر ڈوئی امریکہ کی ہلاکت :-

دَورِ ظُلمت

خامۂ ثاقب اُٹھا ہے جانبِ فتح عظیم[1]
وہ فصاحت کر عطا اس کو مرے ربِّ کریم
اس کی ہر حرکت سے کاغذ پر جھڑیں لعل و گہر
اُس کا نقطہ نقطہ ہو خورشید سے تابندہ تر
جسقدر بھی کارنامے کر چکا ہوں مَیں بیاں
وہ فقط تھے ہند یا پنجاب کی خاطر نشاں

---

[1] اس پیشگوئی کا عنوان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق رکھا گیا ہے انک انت الاعلیٰ۔ یعنی غلبہ تجھی کو ہو گا۔ اور پھر اُسی تاریخ کو الہام ہُوا۔ الاعید الاخر نال منه فَتْحًا عظیمًا۔ یعنی ایک اور خوشی کا نشان تجھے ملیگا جس سے ایک بڑی فتح تیری ہوگی اور اس فتح کی اطلاع رسالہ "قادیان کے آریہ اور ہم" کے سر ورق پر بھی رقم ہے جسکو حضورؑ نے ڈوئی کی موت سے تقریبًا دو ہفتے پہلے شائع کیا تھا۔

یہ نشاں وہ ہے کہ جس سے سارا عالم چونک اُٹھا
قصرِ استبداد میں گویا تزلزل آگیا
یہ حقیقت ہے کہ جب تک ظُلمتیں رائج نہ ہوں
کفر و گمراہی کی پوری لعنتیں رائج نہ ہوں
کوئی قیمت نور کی اُس وقت تک ہوتی نہیں
رات گر معدوم ہوجائے تو کیا دن کا یقیں
گلستاں میں گر ہمیشہ ہی رہے فصلِ بہار
دائمی چلتی رہے گر یاں نسیمِ مُشکبار
ہر گُل و غنچہ ہو گر مستغنئ خوفِ خزاں
پھر بہاروں سے بھی اُکتا جائیگا سارا جہاں
محو ہو جائیگی دل سے قیمت و قدرِ بہار
اور چمن کو ہر گھڑی ہو گا خزاں کا انتظار
نیز جب گلشن پہ ہو دَورِ خزانِ تُند و تیز
نیم جاں پودوں کی شاخوں سے ہو سر گرم ستیز
ہر طرف ہو جب تباہی اور اُداسی چھا رہی
کار فرما ہر در و دیوار پر ہو بے بسی

تاڑ لیتی ہے یہ زیرک کی چھچھلتی سی نظر
جلد ہی اِس دَور کا جائے گا شیرازہ بکھر

ہر بلند اسٹیج کی منزل ہے آخر پائمال
ہر کمالے را زوالے ، ہر زوالے را کمال

کائناتِ دیں کا قائم ہے اُسی صورت نظام
ہے خدائی مملکت کا بھی یہی طرزِ قیام
جب نگاہوں میں مقدّس ہو نہ شانِ ایزدی
بار جب کانوں کو ہو جائے بیانِ ایزدی
کفر ہی اخلاق ہو اور کُفر ہی تہذیب ہو
جب برائے نام سب تعلیم اور تادیب ہو

پھر دکھاتا ہے خُدا معجز نما اپنی چمک
روندتی ہے کُفر کو پھر گردشِ دَورِ فلک

پھر مٹاتا ہے خُدا لا مذہبیّت کے نشاں
دہریّت کو پیستی ہے گردشِ دورِ زماں

مہدیٔ موعودؑ نے جس وقت یہ دعویٰ کیا
مَیں ہوں مامورِ خُدا اور چشمۂ علم و ہدیٰ

ہر صدی کے سر پہ جیسے اولیاء آتے رہے
اور احکامِ خدائے دو جہاں لاتے رہے
مَیں ہوں اُترا آسماں سے اس صدی کے ختم پر
اور خدائے پاک کی جانب سے ہوں پیغام بر
مَیں مجدّد ہوں زمانے کا، میری بیعت کرو
میرے فرماں کے مطابق دین کی خدمت کرو

وہ حصارِ عافیت، اسلام، تقویٰ کا محل
جس کی دیواروں میں رخنے پڑ رہے ہیں آجکل

ہے مجھے اُس کی حفاظت کیلئے بھیجا گیا
مجھ کو ہے اُس پاک خدمت کا شرف حاصل ہُوا
عقل کے اندھے نہ لیکن ملتفت اسیر ہوئے
شور شوں سے ہی خدا کے حکم جھٹلانے لگے

کچھ مقابل پر بھی آئے اپنے زعمِ زُہد میں
نیست و نابود لیکن ہوگئیں سب جرأتیں
اور کئی ایسے بھی تھے جو غائبانہ تھے عدُو
گالیاں تک آپ کو دیتے رہے ابلیس خُو
جان الیگزینڈر تھا اُن میں ایک امریکن غبی
کہلواتا تھا جو خود کو مُصلِحِ وقت اور نبی
مذہبِ اسلام سے اُسکو تھا کچھ فطری عناد
ہر گھڑی تذلیل میں مصروف رہتا بد نہاد
گالیاں دینے میں خیرُ المرسلینؐ کو طاق تھا
اُس کو دینِ مصطفےٰؐ کا نام تک بھی شاق تھا
آپ فرماتے ہیں ہم نے بھی پڑھیں ہیں آجتک
سینکڑوں اہلِ نصاریٰ کی کتابیں بے جھجک
لیکن ایسا جوشِ گمُراہی کبھی دیکھا نہیں
جیسا ڈوئیؔ[1] کی کتابوں میں ہے پایا بالیقیں

---

[1] جان الیگزینڈر المعروف ڈوئی (امریکہ کا جھوٹا نبی)

اِس قدر بیباک تھا وہ کُفر کے اظہار میں
بارہا چھاپی تھی اُس نے یہ دُعا[۱] اخبار میں
"اے خدا اسلام جلد اِس دہر سے مفقود ہو
ماننے والا ہر اک اِس دین کا نابُود ہو"

حضورؑ کی طرف سے دعوتِ مُباہلہ

اُس کا یہ دعویٰ تھا گر مَیں بھی نہیں سچّا نبی[۲]
تو زمیں پر آ نہیں سکتا نبی سچّا کبھی
آپؑ بھی ڈوئی کے ہر اخبار کو پڑھتے رہے
اور خبر پاتے رہے اقدامِ بدکردار سے

---

[۱] "میں خُدا سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ دن جلد آوے کہ اسلام دنیا سے نابود ہو جائے۔ اے خدا! تو ایسا ہی کر اور اسلام کو ہلاک کر دے۔" ۱۹ دسمبر ۱۹۰۳ء (لیوز آف ہیلنگ) امریکہ۔

[۲] "اگر میں سچّا نبی نہیں تو پھر روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو نبی ہو۔"
(۱۲ دسمبر ۱۹۰۳ء لیوز آف ہیلنگ امریکہ)

ڈوئی کے اخبار کا نام "لیوز آف ہیلنگ" تھا۔

ہو گئی جب اُس کی بدعنوانیوں کی انتہاء
آپؑ نے اُس کے تدارک کے لئے کی ابتداء

اُسکی جانب ایک انگریزی کی چٹھی[1] کی رواں
”اے کہ ہے دینِ محمدؐ مصطفٰے سے بدگماں

تُو مقابل پر مرے آکر دُعائے قہر کر
اور پھر اُس حاکمِ بالا پہ رکھ اپنی نظر

ختم ہو جائیگا جھوٹا دو مرے کی زیست میں
نیست و نابود ہو جائینگی اُس کی جرأتیں

اے مرے آقا و مولےٰ کے عدُوئے بے حیا
تیری قسمت کا نوشتہ ہے عذاب جانگزا

آسماں پر اَب ہے یہ مرقوم با حرفِ جلی
بد دُعا میری کرے گی ختم تیری زندگی

تُو مقابل پر مرے آئے نہ آئے - یہ سزا
کر چکا ہے وقف تیرے واسطے میرا خُدا“

---

[1] چٹھی انگریزی سے مُراد دعوت مباہلہ ہے جو ڈوئی کی طرف ۱۹۰۲ء و ۱۹۰۳ء میں دو دفعہ بھیجی گئی - منہ

یہ مسیحِ وقت کا چیلنج جب بھیجا گیا
اُس کو امریکہ کے پرچوں میں بہت چھاپا گیا
مہدئ موعود کی تصویر بھی شائع ہوئی
سارے اخباروں میں تقریباً یہی تحریر تھی
"قادیانِ ہند کا یہ ہے وہ مہدی میرزا
کر رہا ہے آج جو دعویٰ مسیحِ وقت کا
جان الیگزینڈر کو اک چیلنج[1] ہے اس نے دیا
بلکہ بعد از بددُعا آگاہ ہے اُس کو کیا

---

[1] مباہلہ کے بعد امریکہ کے اخبارات میں دونوں تصویریں شائع کی گئیں۔ اور حضور علیہ السلام کی تصویر کے نیچے یہ نوٹ بھی دیا گیا۔ "مرزا غلام احمدؑ ہندوستان کا مسیح جس نے ڈوئی کو دُعا کے مقابلہ کے لئے چیلنج دیا۔" اُن میں سے بعض اخباروں کے نام درج ذیل ہیں:۔
ڈیموکریٹ کرانیکل روچیسٹر ۲۵ر جون ۱۹۰۳ء۔ برلنگٹن فری پریس ۲۷ر جون ۱۹۰۳ء۔ شکاگو انٹر اوشن ۲۸ر جون ۱۹۰۳ء
البنی پریس ۲۵ر جون ۱۹۰۳ء بیکٹنڈول ٹائمز ۲۸ر جون ۱۹۰۳ء۔ بالٹی مور امریکن ۲۵ر جون ۱۹۰۳ء
بفلو ٹائمز ۲۵ر جون ۱۹۰۳ء۔ نیویارک میل ۲۵ر جون ۱۹۰۳ء۔ بوسٹن ریکارڈ ۲۷ر جون ۱۹۰۳ء
ڈیزرٹ انگلش نیوز ۲۷ر جون ۱۹۰۳ء۔ بلینا ریکارڈ یکم جولائی ۱۹۰۳ء۔ گردم شائر گزٹ ۱۷ر جولائی ۱۹۰۳ء

(باقی بر صفحہ ۲۰۵)

میری دعوت کو کرے منظور یا تو رد کرے
لازمی ہے تیرے صیحوں پر کوئی آفت گرے
حضرتِ اقدسؑ نے یہ اُس وقت کی تھی بددعا
جب تھا ملکیّت میں اُس کی شہرِ اک صیحون سا

بقیہ حاشیہ ص۲۰۴ - نونیئن کرانیکل ۱۷ر جولائی ۱۹۰۳ء۔ ہیوسٹن کرانیکل ۳ر جولائی ۱۹۰۳ء سٹوٹانیوز ۲۹ر جون ۱۹۰۳ء۔ رچمنڈ نیوز یکم جولائی ۱۹۰۳ء۔ نیویارک کمرشل ایڈورٹائز ۲۶ر اکتوبر ۱۹۰۳ء میں یہ تحریر شائع ہوئی۔ اگر ڈوئی اشارةً یا صراحةً اس چیلنج کو منظور کرلیگا۔ تو بڑے دُکھ اور حسرت کے ساتھ ہلاک ہوگا۔ اور اگر وہ اس چیلنج کو منظور نہ کرے گا تو بھی اُس کے صیحوں (جو اُس کا اپنا بسایا ہوا شہر ہے) پر سخت آفت آئے گی۔ مباہلہ کا ذکر جن اخبارات میں ہے اُن میں سے بعض کے جو مہیّا آسکے اُن کے نام درج ذیل ہیں:۔
شکاگو انٹر پرٹر اخبار ۲۸ر جون ۱۹۰۳ء۔ ٹیلیگراف ۵ر جون ۱۹۰۳ء۔ ارگناٹ سان فرانسسکو یکم دسمبر ۱۹۰۲ء لٹریری ڈائجسٹ نیویارک ۲۰ر جون ۱۹۰۳ء۔ نیویارک میل اینڈ ایکسپریس ۲۸ر جون ۱۹۰۳ء ہیرلڈ روچسٹر ۲۵ر جون ۱۹۰۳ء۔ ریکارڈ بوسٹن ۲۷ر جون ۱۹۰۳ء۔ ایڈورٹائزر بوسٹن ۲۵ر جون ۱۹۰۳ء۔ پائلاٹ بوسٹن ۲۷ر جون ۱۹۰۳ء۔ پاتھ فائنڈر واشنگٹن ۲۷ر جون ۱۹۰۳ء وغیرہ وغیرہ۔

سیم و زر جب اُس کے قصرِ کبر[۱] کے دربان تھے

عیش اور آرام اک مدّت سے جب مہمان تھے

اُس کی آنکھوں پر پڑا تھا کبر و نخوت کا نقاب

اک نہایت تلخ لکھا اُس نے حضرتؑ کو جواب

جس سے اُس کی ہو گئی سب تند خُوئی بے حجاب

ہائے کیا تعبیر تھی اُنکی جو وہ دیکھے تھا خواب

اُس نے لکھا[۲] ہند میں ہے اِک محمدؐ کا مسیحؑ

جو یہ کہتا ہے، مرے کشمیر میں عیسیٰ مسیحؑ

---

۱ یہ روایت ہے کہ اُس کے ساتھ ایک لاکھ ایسے آدمی ہو گئے تھے جو بڑے مالدار تھے۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ مسیلمہ کذّاب اور اسود عنسی کا وجود اُس کے سامنے کچھ نہ تھا۔

۲ دسمبر ۱۹۰۳ء اور ۲۶ ستمبر ۱۹۰۳ء وغیرہ کے پرچوں میں شائع کیا گیا۔ "ہندوستان میں ایک بیوقوف محمدی مسیح ہے جو مجھے بار بار لکھتا ہے کہ مسیح یسوع کی قبر کشمیر میں ہے اور لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو اُس کا کیوں جواب نہیں دیتا۔ مگر کیا تم خیال کرتے ہو کہ مَیں اِن مچھروں اور مکھیوں کا جواب دونگا۔ اگر مَیں اِن پر اپنا پاؤں رکھوں تو اِن کو کچل کر مار ڈالوں۔" (حقیقۃ الوحی تتمہ صفحہ ۷۳)

لوگ ضد کرتے ہیں مَیں بھی دوں کوئی اس کو جواب
مَیں بھلا ان مکھیوں کو دے نہیں سکتا عذاب؟
جن پہ گر مَیں پاؤں رکھوں گا تو کچلی جائیں گی
روند ڈالوں گا مَیں پیروں سے ہی اُن کی زندگی
حضرتِ اقدسؑ کی گویا اِس طرح تحقیر کی
اور فوراً بعد یہ اخبار میں تحریر[1] دی
دینِ احمدؐ کو مٹا ڈالوں یہ مجھ پر فرض ہے
ختم کرنا اُس کو میری زندگی پر قرض ہے
ہے یہ خواہش ہر طرف سے اِسقدر لوگوں کو لاؤں
سارے شہروں کو مریدانِ مسیحا سے بساؤں
اور کروں تبلیغ دینِ عیسوی کی اس قدر
مذہبِ اسلام کا آئے نہ ذرّہ تک نظر

---

[1] "میرا کام یہ ہے کہ مشرق اور مغرب۔ شمال اور جنوب سے لوگوں کو جمع کروں۔ اور مسیحیوں کو اِس شہر اور دوسرے شہروں میں آباد کروں۔ یہاں تک کہ وہ دن آجائے کہ مذہب محمدی دنیا سے مٹایا جاوے۔ اے خدا! ہمیں وہ وقت دِکھلا۔"

دن بدن بڑھتا گیا شوخی میں اپنی بدشعار
اَب تھی دُنیا آسمانی فیصلے کو بے قرار
ہاں میں بھولا، ذکر کے قابل ہے یاں اِک اَور بات
اِس سے کچھ دلچسپ ہو جائے گی خونی واردات
جب مقابل پر بُلایا ڈوئی ناپاک کو
دینِ احمدؐ کے مخالف کو بڑے بیباک کو
اور فرمایا تو میری زیست میں مٹ جائیگا
تیرے صیحوں پر یقیناً ہوگی نازل اَب بلا
آپ تھے ستّرؔ کے لگ بھگ آپکا ہے یہ بیاں
اور بقول اپنے تھا وہ پنجاہ سالہ اک جواں

سلہ چنانچہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی طرف سے ۲۳ اگست ۱۹۰۳ء کو ایک انگریزی اشتہار شائع ہُوا جس میں آپ نے لکھا:۔ "مَیں عمر میں ستّر برس کے قریب ہوں۔ اور ڈوئی جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے پچاس برس کا جوان ہے۔ لیکن مَیں نے اپنی بڑی عمر کی پرواہ نہیں کی۔ کیونکہ اِس مباہلے کا فیصلہ عمروں کی حکومت سے نہیں ہوگا۔ بلکہ خُدا جو احکم الحاکمین ہے وہ اِس کا فیصلہ کریگا۔ اور اگر ڈوئی مقابلے سے بھاگ گیا۔ تب یقیناً سمجھو کہ اُسکے صیحوں پر جلد تر ایک آفت آنے والی ہے۔ (باقی بر صفحہ ۲۰۹)

آپ نے لیکن کہن سالی کی کچھ پَروا نہ کی
اَور اپنے دین کی عظمت خُدا پر چھوڑ دی

حق پرستوں کی نگاہیں آسماں کی سمت تھیں
ساری دنیا کے لیئے کامل نشاں کی سمت تھیں
آخرش وہ وقت آپہنچا کہ ڈوئی بدشعار
گلشنِ عصیاں میں جس کے خوب تھا دَورِ بہار
سیم و زر سے کھیلتی تھیں انگلیاں جس کی مدام
وہ سمجھتا تھا کہ اِس عشرت کو حاصل ہے دَوام
جسکا سینہ کیا تھا، گہوارہ تھا بغض و کبِر کا
خود کو جو سمجھے ہوئے تھا بیکسوں کا آسرا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۸ :۔ اَب مَیں اِس مضمون کو ختم کرتا ہوں اِس دُعا پر کہ اے قادر اور کامل خُدا! جو ہمیشہ نبیوں پر ظاہر ہوتا رہا ہے ۔ اور ظاہر ہوتا رہے گا ۔ یہ فیصلہ جلد کر ۔ اور ڈوئی کا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر دے ۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ جو کچھ اپنی وحی سے تو نے مجھے وعدہ دیا ہے ۔ وہ وعدہ ضرور پورا ہو گا ۔ اے قادر خدا میری دُعا سُن لے ۔ تمام طاقتیں تجھ میں ہیں ۔" ۲۳ راگست سنہ ۱۹۰۳ء بزبان انگریزی

لڑ رہا تھا جو محمدؐ کے علمبردار سے
جس کو کد تھی خادمانِ احمدؐ مختار سے
گردشِ دورِ فلک کے دام میں ایسا پھنسا
آجتک وہ منظرِ خونی جہاں سے جانتا
ہو گئی تاریک ہر پہلو سے اُس کی زندگی
کائنات اُسکی سبھی اِک ڈھونگ سا ثابت ہوئی
اُس کی یہ تعلیم تھی، میرے مقلد ہوں امیں
جو امانت میں خیانت کے ہیں قائل - ہیں لعیں
اُسکے مذہب میں بقول اُس کے تھی میخواری حرام
بند کی تھی قوم میں اُس نے یہ باصد اہتمام
خود مگر میخوار و خائن ہو گیا ثابت لعیں
قوم کو اُس کے بُرے اطوار کا آیا یقیں
اور نکالا باپ نے اُس کے خلاف اک اشتہار
یہ انیگز نیڈر ہے اولادِ زنا و بے وقار
اُس کی بیوی اور بیٹا سخت دشمن ہو گئے
جھوٹ ثابت ہو گئے سارے ہی اُس کے معجزے

اور پھر فالج کے گرنے سے ہُوا یُوں نیمجاں
پیس کر رکھدی فلک نے سب گذشتہ آن بان
ہاتھ سکڑے، قلب بیٹھا، جسم دوہرا ہوگیا
وہ تخیّل، اور وہ ذہن رسا، عنقا ہُوا
جوشِ غم سے پھر وہ بدعنوان پاگل ہوگیا
الصرام عقل کا ہر زعم یُوں باطل ہُوا
آخرش دینِ محمدؐ مصطفٰےؐ کا یہ عدو
ہو چکا جب خوب رُسوا، خوار و ابتر کُوبکُو
مرگیا[۱] مغلوب ہوکر حسرت و اندوہ سے
یُوں دعاوی مہدیٔ موعودؑ کے پورے ہوئے
ایک ہلچل پڑگئی، ٹوٹا سبھی فخرِ صلیب
کر دکھائی مہدیٔ موعود نے کسرِ صلیب

---

[۱] افسوس جب اُس پر فالج گرا تو اُسکا یہ دعویٰ اور معجزہ کسی کام نہ آسکا کہ مَیں بیماروں کو معجزے سے اچھا کرتا ہوں۔ اور کہ میری بہت بڑی عمر ہے۔ مَیں روز بروز جوان ہوتا جاتا ہوں۔ اور لوگ دن بدن بوڑھے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ آخرش مارچ ۱۹۰۷ء کے پہلے ہفتہ میں بڑی حسرت اور دُکھ اور درد کے ساتھ مرگیا۔ (مصنف)

اُس کا ہر دعویٰ ہُوا پورا بصد شان و جلال
ڈوئی کی تذلیل سے اُس کو ہُوا حاصل کمال
اَے وہ لوگو! جو ہو اَب تک حامئ دیں کیخلاف
گالیاں دیتے ہو تم اُس کو بصد لاف و گزاف
اِس سے بڑھکر مہدئ موعود دیتا کیا دکھا
حامئ تثلیث دیکھو کِس طرح رُسواء ہُوا
یہ وہی خنزیر[1] تھا اعلان جس کے قتل کا
ہادئ برحق محمدؐ مصطفٰے فرما چکا
کہ مسیحِ وقت کے ہاتھوں سے مارا جائیگا
یہ نشاں تھا مہدئ موعودؑ کی پہچان کا
کاش تم لوگوں کو بھی حاصل ہو اس سے کچھ سبق
دل میں پیدا ہو تمہارے جذبۂ تحقیق حق

---

[1] حضور فرماتے ہیں :- " مَیں قسم کھاتا ہوں کہ یہ وہی خنزیر تھا جس کے قتل کی خبر سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دی تھی کہ مسیح موعود کے ہاتھوں مارا جائیگا ۔"
کیونکہ یہ مسیح موعودؑ کا خاص نشان ہے ۔ یَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ ۔

ھدیۂ تشکّر

شاعر بھیرا پنے مولا کے حضور

دِل کی ہر دھڑکن سے آتی ہے تشکّر کی صدا
اور مسّرت کا ہے سینے میں بپا طوفان سا
تہنیّت ہے غازہ افشاں ہر در و دیوار پر
بجلیوں سے کھیلنے کو ہے مری رنگیں نظر
کامرانی کے لبوں پر ہے صدائے آفریں
میری نظروں میں ہر اِک شے ہو رہی ہے دِلنشیں

آج یُوں بے تاب ہیں سجدے جبینِ شوق میں
گویا حاصل ہوگئیں ارض و سما کی نعمتیں

ہو گیا ہوں آج مَیں اُس فرض[1] سے عہدہ برآ
جس کا مدّت سے مرے قلبِ حزیں کو شوق تھا
بچپنے کی ایک شوخی جانتا تھا مَیں اِسے
ایک طفلانہ جسارت مانتا تھا مَیں اِسے
میرے قلب و ذہن اور زورِ سُخن سب ہیچ تھے
مجھ سے اَللّٰہ کے لئے یہ راستے پُر پیچ تھے
اِس نشے کو میں سمجھتا تھا خُمارِ بے اثر
تیری رحمت نے مگر اُس کو بنایا کارگر

ذکرِ **احمدؐ** اور ثاقبؔ جیسا اِک عاجز بشر
یہ ترے لطف و کرم کی ہے نگاہوں کا اثر

---

[1] والدہ محترمہ کا یہ حکم تھا کہ مَیں اُن کی زندگی میں کوئی ایسی تبلیغی چیز لکھوں (مصنّف)